ادب گاہ رام پور

ہوشؔ نعمانی

رام پور رضا لائبریری
حامد منزل۔ رام پور۔ یوپی
۲۴۴۹۰۱

رام پور رضا لائبریری

حامد منزل

ادب گاہ رام پور

ہوش نعمانی

رام پور رضا لائبریری
حامد منزل۔ رام پور۔ یو۔پی
۲۴۴۹۰۱

سلسلہ مطبوعات رام پور رضا لائبریری

ISBN 81-87113-29-4

کتاب کا نام : ادب گاہ رام پور (منظوم تذکرہ)

مصنف : ہوش نعمانی

ناشر : ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی (افسر بکارِ خاص)
رامپور رضا لائبریری رام پور

کاتب : ہدایت اللہ خاں

مطبع : الفردوس پبلشرس پرائیویٹ لمیٹیڈ
۲۰۳۳، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

سالِ اشاعت : ۱۹۹۷ء بار اول

قیمت : ۱۵۰ روپے

ادب گاہ رام پور

انتساب

تمام اہلِ ادب کے نام

فہرست مضامین

باب اوّل

شاہانِ رام پور

باب دوم

باب سوم

۱۹۷۰ء سے تا حال

چند مرحومین بزرگ

نثر نگاران

رام پور کے کوی صاحبان

(۱۹۷۰ء تا ۱۹۹۵ء)

تاریخی قطعات

ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی

افسر بکار خاص

رامپور رضا لائبریری رام پور

شاعر نامہ

ہوش نعمانی کا پورا نام شرافت یار خاں اور والد کا نام صوفی سعادت یار خاں ہے۔ یہ ۲۲؍ مارچ ۱۹۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۵۱ء سے ہوئی، اور حضرت جلیل نعمانی مرحوم کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ مختصر سی مدت میں خود اساتذہ میں شمار کئے جانے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اُن کے تلامذہ کا سلسلہ پورے ہندوستان میں پھیل گیا۔ مشاعرے کے شاعر ہونے کے ساتھ تصنیف و تالیف کا شوق بھی دامن گیر رہا، اور کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور کئی زیرِ تالیف ہیں۔ نہایت مُنکسر المزاج اور اسم بامسمّیٰ ہیں، چاہے شرافت یار خاں کہہ کر دیکھئے یا ہوش نعمانی ___ اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں اپنے خیالات اشعار کے قالب میں پیش کرنے پر مکمل قدرت رکھتے ہیں۔ معاصر شعرا میں چند کو چھوڑ کر سرِ فہرست ہیں۔ جہاں جاتے ہیں رام پور کی تہذیب کے سفیر ہوتے ہیں حب الوطنی ان کی ایک نمایاں صفت ہے اور وطن سے محبت با ایمان ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا انھوں نے پہلے 'میرا وطن' شائع کیا اور اب 'ادب گاہ رام پور' کی تخلیق کر کے اپنی وطن دوستی ثابت کرنے کے ساتھ اہلِ وطن کے کارناموں کا ایک خاکہ آنے والی

نسلوں کے لئے محفوظ کردیا ہے۔

ہوش نعمانی ـــــ اردو کی تمام اصناف شاعری میں طبع آزمائی کرتے رہے ہیں۔ 'زم زم و فرات'، ان کے قصائد، مناقب اور نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے تو گھاؤ شبدوں کے، ہیں (جو ہندی میں ہے) گیت، نظموں اور غزلوں کا ایک حسین مرقع پیش کیا ہے ـــــ 'اِندر دھنش' ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں اردو غزل کو دیوناگری رسم الخط میں ایسے لوگوں کے لئے پیش کیا گیا ہے جو اُردو نہیں پڑھ سکتے لیکن اُردو غزل کی چاشنی اور شیرینی سے بہر طور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس کتاب کے ذریعہ ہوش نعمانی نے اس سرزمین کے تقریباً ترانوے شعراء کو ہندی داں طبقے سے روشناس کرایا ہے۔ 'کائنات' بھی نعت و منقبت اور قصیدے کا مجموعہ ہے۔ 'شہادت نامہ' اور 'جدید مرثیۂ حسین' لکھ کر ہوش نعمانی نے ثابت کردیا کہ وہ اس فن کی باریکیوں سے بھی نہ صرف پوری طرح آگاہ ہیں بلکہ انہیں برتنے کی صلاحیتیں بھی ان میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ ان کے فن اور شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے دو مجموعے 'آج کا شاعر ہوش نعمانی' اور 'شناخت' شائع کئے گئے ہیں۔ لیکن 'ادب گاہِ رام پور' کی بات ہی اور ہے ـــــ اس مسلسل اور طویل نظم میں شعراء، نثر نگاروں اور کوی حضرات کو مختلف ادوار میں تقسیم کرکے جس طرح انہوں نے اس سرزمین کے فنکاروں کو اپنے تذکرے میں محفوظ کردیا ہے اِسے میں ایک بڑے کارنامے سے تعبیر کرتا ہوں۔

ہوش نعمانی بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ جہاں ان کا اسلوب بیان کبھی سادہ و سہل اور کبھی مرصع ہے لیکن اس تذکرے میں ان کے اسلوبِ سادگی اور پرکاری انفرادیت

کی حامل ہے، البتہ بعض الفاظ یا ناموں کو نظم کرنے میں اور شعری رعایتوں کا التزام برتنے میں انہیں دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑا ہوگا۔

اُردو سے ناواقف حضرات کی سہولت کے لئے ادب گاہِ رام پور، کے اس حصّے کو ہندی رسم الخط میں شامل کردیا گیا ہے جس میں یہاں کے کوی حضرات کا تذکرہ آیا ہے۔

بہ حیثیت مجموعی یہ تذکرہ 'ادب گاہِ رام پور' رام پور کی ادبی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہنے والی چیز ہے، جس کی ادبی اور تاریخی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اس کتاب کی اشاعت، رضا لائبریری کے اشاعتی پروگرام کے تحت عمل میں آئی ہے اور خاص طور پر ہماری آزدی کی پچاسویں سالگرہ کے اشاعتی پروگرام کا حصّہ ہے اس منظوم تذکرہ میں وہ شاعر بھی شامل ہیں جن کی شاعری نے قومی آزادی کی جدّوجہد میں نمایاں رُول ادا کیا ہے۔

آخر میں جناب ہوؔش نعمانی کے اُن چند اشعار کو پیش کرتا ہوں جو زبان و بیان کی کلاسیکیت کے حامل ہیں۔

یوں بھی کبھی سلامِ محبت لیا گیا
آنچل گداز شانوں سے ڈھلکا دیا گیا

پیاس بُجھ جائے گی پیار سے بولیئے
مَے نہیں ہے تو ہونٹوں کا رس گھولیئے

یہ ہوائیں بہت دُور لے جائیں گی
خشک پتّوں کی مانند مت ڈولیے

خیر اب تو مری آنکھیں ہیں تمہاری آنکھیں
ہاں مرے بعد نظر آئے گی دنیا تم کو

جسم تو خاک ہے اور خاک میں مل جائے گا
میں بہرحال کتابوں میں ملوں گا تم کو

خود بھی محدود ذہانت میں بھی حد رکھتے ہیں
وہ پڑھے لکھے جو کاغذ کی سند رکھتے ہیں

اس کتاب کی خوبصورت طباعت کے لیے ایک بار پھر جناب تنظیم رضا قریشی صاحب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں جنھوں نے انگ درپن کی طباعت میں اپنی فن کاری کا نمونہ اس سے پہلے پیش کیا تھا۔ امید ہے اس کتاب کی اشاعت سے ایک طرف اُردو ادب میں رام پور کے ایک معاصر شاعر اور مصنف کی ایک اہم تخلیق کا اضافہ ہوگا تو دُوسری طرف نہ جانے کتنے ایسے ناموں کی یادیں تازہ ہوتی رہیں گی جنہیں گمنامی کی دبیز چادر نے ڈھک لیا ہے۔ کتاب کی مقبولیت کے لئے دُعا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر سیّد حسن عبّاس

عرضِ مُرتب

برصغیر میں اُردو شاعری کے جو چند دبستان ہیں، ان میں دبستانِ رامپور اپنی اہمیت و انفرادیت کے اعتبار سے ہمیشہ موردِ توجّہ رہا ہے۔ دہلی اور لکھنؤ جیسے معروف اور اہم دبستانوں نے اردو شعروادب کی جو خدمات انجام دی ہیں اور ان دبستانوں کے ٹوٹنے اور بکھرنے کے بعد رام پور نے جس طرح اُردو شعراء و ادبا کو اپنے دامن میں پناہ دی ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ رامپور میں شعراء و ادبا کا اجتماع دہلی اور لکھنؤ کے دبستانِ شاعری کی طرح اس سرزمین کو بھی ایک دبستان میں تبدیل کردیتا ہے۔ ان شعراء نے اپنی خلاقانہ صلاحیتوں سے ہر صنفِ شاعری کے دامن کو مالا مال کردیا۔ اور ایسے عظیم فن پارے تخلیق کئے جن کے ذکر کے بغیر اُردو شعروادب کی تاریخ کبھی مکمل نہیں کہی جاسکتی۔

تذکرہ نویسی بھی دبستانِ رام پور میں ایک محبوب مشغلہ رہا ہے۔ اُردو اور فارسی گو شعراء کے چند تذکرے بھی اس دبستان نے دونوں زبانوں کے ادب میں اضافہ کئے ہیں۔ اور دونوں زبانوں میں فنِ تذکرہ نویسی کی روایت کو استحکام بخشا ہے لیکن اُردو میں منظوم تذکرہ نویسی کی روایت نہیں ملتی۔ ہوش نعمانی جیسے باکمال شاعر نے 'ادب گاہِ رامپور' لکھ کر

اُردو میں منظوم تذکرہ نویسی کی راہ ہموار کی ہے۔ البتہ اسی قسم کا ایک منظوم تذکرہ، فارسی میں حال ہی میں تہران سے 'ستیغِ سُخن" کے نام سے ضرور شائع ہوا ہے۔ ایسے تذکروں میں جو بات مشترک دیکھنے میں آتی ہے وہ ان کا ایجاز و اختصار ہوتا ہے۔ کبھی ایک شعر میں اور کبھی دو، تین یا چار اور اس سے زائد اشعار میں تذکرہ نویس، کسی شاعر کی شخصیت اور کلام کے بنیادی اوصاف بیان کرتا ہے۔ ہوؔش نعمانی نے بھی " ادب گاہِ رام پور" میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے ان کے اس تذکرہ کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک کے شعراء و ادباء کو اپنے تذکرہ میں جگہ دی ہے۔ ہوؔش نعمانی بڑے پُرگو اور زود گو شاعر ہیں۔ انہوں نے اس تذکرے میں شعراء کی ترتیب کا کوئی خاص مروجہ طریقہ اختیار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ایک دور کے جو شاعر ذہن میں آتے گئے ان کا ذکر کبھی ان کے تخلص کے ذریعہ اور کبھی نام کے ذریعہ اور بسا اوقات نام و تخلص دونوں کے استعمال کے ساتھ کیا گیا ہے۔

یہ تذکرہ ادبی اعتبار سے اگر بہت بُلند پایہ نہیں تو تاریخی لحاظ سے ضرور اہمیت کا حامل ہے۔ اس تذکرے کے ذریعے دبستان رام پور کے شعراء و ادباء کو یکجا کر دیا گیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اگر ان کی باضابطہ تاریخ مرتب کرنا چاہیں یا ان کی علمی و ادبی خدمات کا جائزہ لینا چاہیں تو انہیں ناموں کی جمع آوری کا کام پہلے سے کیا ہوا ملے گا۔

رضا لائبریری کے افسر بہ کار خاص جناب ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی نے جن کی وسیع القلبی، علم دوستی، ادب نوازی اور وُسعتِ مطالعہ کے سبھی قائل ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت میں جس طرح دلچسپی لی ہے، وہ ناقابلِ بیان ہے۔ موصوف نے ہمیشہ ہی جو ہر قابل کو لائقِ اعتنا سمجھا ہے اور ہوؔش نعمانی جیسے بزرگ شعراء و ادبا کی قدر دانی کی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت

ان کی قدردانی کی ایک واضح مثال ہے۔ مجھے امید ہے محترم ڈاکٹر صدیقی صاحب نے رام پور کے فنکاروں کی حوصلہ افزائی کا جو سلسلہ شروع کیا ہے وہ تادیر باقی رہے گا، اور وہ رام پور کی ادبی تاریخ پر اپنا ایک انمٹ نقش چھوڑ جائیں گے۔ میں موصوف کا ممنون ہوں کہ اس اہم ادبی خدمت کے لئے انہوں نے مجھے حکم فرمایا اور لائبریری کے شایانِ شان اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

کتاب کے مصنف جناب ہوش نعمانی صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے کتاب کے سلسلے میں میرے بار بار کے استفسار پر ناراضگی کے بجائے، خوشی کا اظہار کیا، یقیناً یہ ان کی ایک ادنیٰ سی صفت ہے۔

مجھے ان دوستوں اور بزرگوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہیئے جنہوں نے ادب گاہِ رامپور کے بارے میں نظم و نثر میں اپنے دلی تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ اُمید ہے اس کتاب کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

کتاب کی افادیت اور قارئین کرام کی سہولت کے پیشِ نظر کتاب کے آخر میں ناموں کا ایک اشاریہ بھی شامل کردیا گیا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین اور کتابت سے لے کر طباعت کے مرحلے میں میرے ہم کار جناب احد اللہ خاں آزر نعمانی نے جنہیں ہوش نعمانی کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہے، جس طرح تعاون کیا، اُسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر وہ مستعدی نہ دکھاتے تو شاید یہ کتاب ابھی کچھ اور تاخیر سے آپ کے ہاتھوں تک پہنچتی۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کتابت کے سلسلے میں جناب ہدایت اللہ خاں کی زحمتوں کا شکریہ ادا نہ کرنا، ناانصافی ہوگی۔

هوؔش نعمانی

حرفِ چند

ادب گاہِ رامپور کا کچھ حصہ میں نے ۱۹۷۰ء میں نظم کیا تھا جس کے کچھ حصے کئی اخبارات میں شائع ہوئے، پھر صولت پبلک لائبریری کے زیرِ اہتمام نوجوان شعرا اور بعض اساتذہ کرام کی موجودگی میں پڑھے گئے جس کی خوب خوب پذیرائی ہوئی۔ یہ وہ دور تھا کہ جب رام پور کے جیّد استادانِ فن باحیات تھے۔ نواب کرنل جعفر علی خاں اثرؔ حامدی، سید اعجاز حسین ضامنؔ، (استادِ سرکار) جناب ابراہیم علی خاں مہرؔ، جناب ابراہیم علی خاں بدرؔ تسلیمی، استاد محترم آبروئے غزل جلیلؔ نعمانی، جناب جمیل نعمانی، جناب محشرؔ عنایتی، امتیاز علی خاں عرشیؔ صاحب، سحرؔ رام پوری، صغیرؔ رام پوری، نازشؔ نیازی، نور میاں ضیاؔ مجددی، موتی میاں ثروتؔ وغیرہ۔

یہ حصۂ نظم کسی الماری میں قید رہا لیکن نہ جانے کیوں جب جون ۱۹۹۶ء کے شروع میں مستقلاً گھر پر رہا تو اس نظم کی طرف دھیان گیا۔ تلاش کرنے پر وہ کاپی مل گئی۔ دورانِ مطالعہ یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اسے مکمّل کیا جائے، اور خدا کے فضل سے اس کی تکمیل ہوگئی۔

ادب گاہِ رام پور میں تقدیم و تاخیر کا لحاظ یوں نہیں ہے کہ میرے سامنے یا میری

یادداشت کے مطابق جو محترم نام آتے گئے، میں انہیں نظم کرتا رہا۔ ہرچند کہ ادب گاہ رامپور کو مکمل تذکرہ نہیں کہا جاسکتا، مگر میں اسے مکمل جانتا ہوں۔ میرا مقصد نئی نسل کے طالبعلموں نیز ادب نوازوں کی خدمت میں اپنے وطن رام پور کی جو اُردو کا تیسرا اسکول تسلیم کیا جاچکا ہے ایک مختصر تاریخِ ادب پیش کرنا تھا۔

کتاب کی تکمیل کے بعد میں نے اس کی اشاعت کے سلسلے میں رامپور رضا لائبریری کے افسر بکار خاص جناب ڈاکٹر وقارالحسن صدیقی صاحب سے گفتگو کی۔ موصوف نے بڑی فراخدلی سے مسودہ طلب فرمایا اور اسے رضا لائبریری کے اشاعتی پروگرام کے تحت شائع کرانے کی اپنی تجویز کے ساتھ لائبریری کی متعلقہ کمیٹی سے منظوری حاصل کرنے کا نہایت مستحسن اقدام کیا۔ یہ بات اب تمام اہلِ ادب پر پوری طرح روشن ہوچکی ہے کہ موصوف کی علم دوستی اور مسلسل جدوجہد کی وجہ سے نہ صرف رضا لائبریری ترقی کے منازل طے کررہی ہے بلکہ اہلِ رام پور کی علمی کاوشیں بھی اس لائبریری کے ذریعہ منظرِ عام پر لائی جارہی ہیں جس کا ایک نمونہ 'ادب گاہ رام پور' کی اشاعت ہے۔ میں موصوف کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے ناچیز کی اس حقیر کوشش کو نہایت اعلیٰ طباعت سے مزیّن اور لائبریری کے شایانِ شان زیورِ طبع سے آراستہ کروایا۔

میں جناب ڈاکٹر شعائر اللہ خاں، جناب شوکت علی خاں ایڈوکیٹ، جناب مرتضیٰ ساحل جناب تبسم نشاط، مجاہد آزادی جناب شکیل رحمانی، جناب جوہر باسودوی، جناب بہار تسلیمی، جناب سید سلطان نظامی اور جناب ڈاکٹر فرید صدیقی صاحبان کا صد درجہ ممنون ہوں کہ ان حضرات نے اپنے قیمتی مشوروں سے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے مضامین سے نوازا۔

تاثرات

تاثرات

مجاہدِ آزادی شکیلؔ رحمانی
نجیب آباد

اظہارِ تحسین

ہے قلم آپ کا شہرتیں آپ کی — سارا سُکھ آپ کا راحتیں آپ کی
حُسن بھرتا رہے صرف دم آپ کا — عشق کرتا رہے منتیں آپ کی
آپ ہوں اور زلفِ عروسِ سخن — جلوتیں آپ کی خلوتیں آپ کی
دوسروں کو جو خاطر میں لاتے نہ تھے — کر رہے ہیں رقم مدحتیں آپ کی
ہیں زباں زد بہت تذکرے آپ کے — ملک میں دُور تک شہرتیں آپ کی
کاش ہوتیں میسّر ہمیں بھی کبھی — بھینی بھینی سی وہ قربتیں آپ کی
آپ سے خوش ہے جبریلِ فکر ان دنوں — کاش دیکھے کوئی رفعتیں آپ کی
آپ پر منحصر طرفہ کاری کا فن — آپ پر ختم سب جدّتیں آپ کی

تذکرہ شاعری کا بھی چھپ جائے گا
پوری ہوں گی یہ سب حاجتیں آپکی

جنابِ ڈاکٹر شعائر اللہ خاں

رام پور

ایک نادر و منفرد تذکرہ

ادب گاہِ رام پور کے تخلیق کار جناب شرافت یار خاں صاحب ہوش نعمانی رام پور کے ادبی اُفق اور شعر و سخن کی محافل کی آبرو ہیں ـــــــــــــ ہوش صاحب نہایت متحرک اور فعال شخصیت ہیں۔ یہ حضرت ہر وقت کسی نہ کسی فکر میں غلطاں و پیچاں دکھائی دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا کوئی لمحہ (سوائے آرام کے) ضائع نہیں جاتا اور ممکن ہے کہ خوابِ خرگوش میں بھی یہ شعر و سخن میں "مدہوش" رہتے ہوں۔

میں ہوش صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں جب ان کی کتاب "میرا وطن" چھپ کر آئی۔ یہ کتاب ۳۰×۲۰/۱۶ سائز کے ۱۳۲ صفحات پر مشتمل تھی۔ اس میں رام پور کی تاریخی، سیاسی، علمی و ادبی، ثقافتی اور سماجی سرگرمیوں کا مختصر اور عمدہ خاکہ پیش کیا گیا تھا۔ ہر مکتبۂ فکر کے نمائندہ حضرات کے احوال اور تصاویر سے "میرا وطن" مزین تھی۔ تاریخی اعتبار سے نوابین رام پور کے مختصر کوائف بھی درج تھے اور سماجی سرگرمیوں کے لحاظ سے رام پور کی میونسپلٹی کے آغاز و ارتقا کا حال بھی شامل تھا۔ اس کتاب کو پڑھ کر ہمیں رام پور کی مکمل تاریخ اور تذکرۂ کاملانِ رام پور کی دوسری جلد کی تکمیل کا خیال آیا۔

میری نظر میں "ادب گاہِ رام پور" ہوش صاحب کی گذشتہ تالیف "میرا وطن" کا دوسرا حصّہ ہے۔ فرق اتنا ہے کہ "میرا وطن" نثر میں تھی اور "ادب گاہِ رام پور" نظم کے اندر ہے۔

منشی امیر اللہ تسلیم نے ۱۸۸۰ء کے آس پاس رام پور کی ایک منظوم تاریخ بعنوان، "تاریخِ بدیع" لکھی تھی۔ ہوش صاحب نے زیرِ نظر تالیف میں تسلیم کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے بیسویں صدی کے تمام شعراء رام پور کے احوال کو نظم کر دیا ہے ــــــــ اپنی اس کوشش میں ہوش صاحب کامیاب ہیں۔ ان کی رواں نظم نگاری دل کو چھو لینے والی ہے۔ بات کو سادگی اور پُرکاری سے پیش کرنا خود ایک بڑا فن ہے، اور یہ فن ہوش صاحب کے یہاں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

ہوش صاحب نے رام پور کے بظاہر سب ہی شعراء کو اس تالیف میں سمیٹ لیا ہے اس کے لئے ہم انھیں مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اُن کی صحت و عافیت کے لئے دُعاگو ہیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

تبسم نشاط
رام پور

ادب گاہِ رامپور

ایک مرصع غزل

وطن کی محبت ایک ایسا نازک احساس ہے، جسے ذرا سی تیز ہوا بھی متاثر کر سکتی ہے۔ لیکن اسی نازک احساس کی بدولت ان وطن پرستوں نے جنم لیا جنھیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ وطن سے محبت کے جذبے ہی کے سبب ہزاروں ماؤں کے لال اپنے وطن کی خاطر سرحدوں پر اپنی جوانی کے وہ سنہرے دن گذارتے ہیں جو انسانی زندگی کا سب سے قیمتی دور ہوتا ہے، لیکن اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ جہاں ایک جانب وطن کے ان سپاہیوں نے جنگ کے سائے میں رہ کر اپنی حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے۔ وہیں قلم کے سپاہی یعنی ادیبوں شاعروں نے بھی اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھلائے ہیں۔ یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے کہ سرحدوں پر وطن کی حفاظت کرنے والے جوانوں کے خون کو گرمانے والے جوشیلے نغمے کون لکھتا ہے، وہ شاعر ہی ہوتے ہیں اور اس سچائی کو بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ کہ میدانِ جنگ ہو یا عوامی تحریک، ہر جگہ شعراء اور ادیبوں نے اپنے ادب پاروں سے لوگوں کے سرد خون کو گرما کر حب الوطنی کی حرارت بخشی ہے۔

ان قلم کاروں نے صرف اپنے مُلک سے ہی نہیں، اس شہر سے بھی اپنی بے پناہ عقیدت

اور محبت کا مظاہرہ جس زمین پر ان کا جنم ہوا، جس کی فضاؤں میں پل کر وہ جوان ہوئے، ان قلم کاروں کی اس محبت کے زندہ نقوش آج بھی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

رام پور اپنے قیام سے ہی صرف علم و ادب کا گہوارہ نہیں رہا بلکہ اردو شاعری کا بھی محافظ اور امین رہا ہے۔ رام پور نے اردو شاعری کا نہ صرف تحفظ کیا ہے، بلکہ اس کی آبیاری بھی کی ہے۔ اس وقت جب مغل سلطنت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ اودھ کی ریاست پر برطانوی سامراج کا اندھیرا چھا رہا تھا۔ دہلی اور لکھنؤ کی ادبی محفلیں اُجڑ چکی تھیں۔ پورے ملک میں انارکی پھیلی ہوئی تھی، اس وقت اگر اردو کو تحفظ ملا تو وہ شہر رام پور ہی تھا۔ جس نے قائم چاند پوری، مرزا غالب، امیر مینائی، داغ دہلوی وغیرہ شعراء کو اپنی آغوش میں پناہ دی اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر رام پور میں اُردو شاعری کو پناہ نہیں ملتی تو غالب کبھی غالب نہیں ہوتے۔ داغ اردو شاعری کی تاریخ میں ایک ایسا نشان بن کر رہ جاتے، جس کی کوئی شناخت نہ ہوتی۔

اس شہر نے صرف بیرونی شعراء کی ہی میزبانی نہیں کی، بلکہ ایسے شاعر پیدا کیے، جو اُردو ادب کی آبرو ہیں۔

اور آج بھی ان شاعروں کا سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ اگر ماضی میں ناظم نظام وغیرہ نے اردو شاعری کے حسن کو نکھارا تو ماضی قریب میں شاد عارفی، راز یزدانی، منے میاں صابر، محشر عنایتی، حسن اقبال اپنے شہر کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ان ہی شاعروں میں ایک نام ہے شرافت یار خاں ہوش نعمانی، شرافت یار خاں سے ہوش نعمانی بننے کی کہانی اتنی اہم نہیں کہ ادب نواز دوستوں کو سنائی جائے۔ اس لئے کہ ہوش نعمانی نے شرافت یار خاں کی شخصیت کو اس طرح اپنی آغوش میں چھپا لیا ہے کہ ہوش نعمانی شرافت اور انسانیت

کا ایک پیکر بن گئے ہیں۔ ہوش نعمانی وطن دوست شاعر ہیں۔ اگر میں انہیں عاشقِ وطن کہوں تو کوئی ادب دوست میری بات کی تردید نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ ہوش نعمانی کی شاعری خود اس بات کی گواہ ہے کہ ان کے ایک ایک شعر میں ہندوستان کا دل دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔ ایک جانب ہوش نعمانی نے اپنی غزلوں میں دیہی زندگی کی اصل تصویر پیش کی ہے تو دوسری جانب گاؤں کی بھولی بھالی اُلھڑ دوشیزہ کو شہری تہذیب کے خطرناک اثرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

چاندی کے چراغوں سے نہ جائے جوانی
مٹی کے دیئے چھوڑ کے گاؤں سے نہ جاؤ

اسی طرح ہوش نعمانی نے اپنے گیتوں میں اپنے ملک کی اس تہذیب کو پیش کیا ہے، جسے گاؤں کی سادہ معصوم زندگی کہا جاتا ہے۔ وہ گاؤں کی ایک اَن پڑھ بھولی بھالی لڑکی کے جذبات کو گیت کا رُوپ دیتے ہیں، جو گاؤں میں آنے والے پوسٹ مین سے اپنے محبوب کو خط لکھوانا چاہتی ہے، جو پیسے کمانے شہر گیا ہے جو

منسی کا کا تمام روپیہ
کھت لکھ دیجو رے..... کسی سے نا کہیو....

ہوش نعمانی شاید رام پور ہی کے نہیں، ہندوستان کے اُن گنے چُنے شاعروں میں ہیں جو تقریباً پچاس سال سے ہندوستان بھر میں ہونے والے مشاعروں میں شرکت کرتے رہے ہیں اور آج بھی ان کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی ہے، جبکہ ان کے کتنے ہی ساتھی تھک کر بیٹھ چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہوش نعمانی کبھی لکیر کے فقیر نہیں رہے۔ انہوں نے ہمیشہ ادب کی بدلتی قدروں کا استقبال کیا اور اپنی شاعری کے لئے قدیم روایات اور

جدید رجحانات کے درمیان ایک ایسی راہ نکالی، جس سے ان کی شاعری اپنے منفرد لہجے میں ڈھل کر ان کی ایک الگ پہچان بن گئی۔ ان کی شاعری انسانی احساس کی وہ ترجمان بن گئی ہے جو آنے والے وقت میں موجودہ دَور کی سچائی پیش کرے گی۔

اگر آج اُردو کے نام نہاد نقاد ان کی شاعری کو نظر انداز کر رہے ہیں تو یہ نقادوں کی کوتاہ نظری اور تنگ دِلی ہے، مگر آنے والا وقت ہوّش نعمانی کی شاعری کا معترف ضرور ہوگا۔ ہوّش نعمانی نے زندگی کے بڑے بڑے مسائل کو اپنی غزل کے دو مصرعوں میں سمیٹ کر پیش کیا ہے۔ "ہارٹ اٹیک" ایک ایسا کربناک حادثہ ہے، جس پر ہر شخص "ارے کیا ہوا، ابھی تو بھلے چنگے تھے" کہہ کر رہ جاتا ہے۔ ہوّش نعمانی نے اس المناک موت کی ترجمانی اپنے ایک شعر میں کی ہے :۔

وہ تو بتا رہا تھا کئی روز کا سفر
زنجیر کھینچ کر جو مسافر اُتر گیا

لیکن وقت کے بگڑتے مزاج اور سچائی کی مٹتی قدروں نے انہیں بہت محتاط کر دیا ہے شاید اسی لئے انہیں کہنا پڑا ہے :۔

صرف میں رہ جاؤں گا، دیوار و در رہ جائیں گے
سچ اگر بولا تو رشتے ٹوٹ کر رہ جائیں گے

مگر میں سمجھتا ہوں اس احتیاط پسندی میں ہوّش نعمانی کی خود داری اور شرافت پوشیدہ ہے۔ ساتھ ہی انہیں اپنی ذات اور اپنے فن پر کافی بھروسہ ہے۔ اسی لئے انہیں اپنے ایک ہم وطن ہم عصر شاعر کی طرح یہ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

مجھے ملے نہیں صدیاں سنیں گی حفاظت سے میری آواز رکھنا

چونکہ ہوش نعمانی کو اپنے فن پر مکمل یقین ہے۔ اس لئے انھوں نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا ہے:۔

جسم تو خاک ہے اور خاک میں مل جائے گا
میں بہرحال کتابوں میں ملوں گا تم کو

اور شاید اسی احساس نے ہوش نعمانی کو اپنی شاعری کی کتابوں میں محفوظ کرنے پر متوجہ کیا ہے اس لئے کہ وہ اُردو دوستوں کی بے حسی سے پوری طرح واقف ہیں۔ مردہ پرستوں کی بستی میں زندگی کا احساس کون کرتا ہے۔ ہوش نعمانی کی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ ان میں "شہادت نامہ" "کائنات" "زم زم و فرات" "میرا وطن" "گھاؤ شبدوں کے" "اندر دھنش" وغیرہ ہیں۔

ادب گاہِ رامپور ہوش نعمانی کی تازہ تخلیق ہے۔ ایک طویل نظم یا رام پور کے شعراء کا منظوم تذکرہ۔ یہ منظوم تذکرہ ہوش نعمانی کی اپنے شہر سے بے پناہ محبت کا مظہر ہے۔

ادب گاہِ رام پور اردو شاعری کے تیسرے اسکول یعنی دبستانِ رام پور کے شعراء کی منظوم تاریخ ہے۔ اس تذکرہ میں کچھ کمی محسوس ہوتی ہے، جس کا اعتراف ہوش نعمانی نے خود بھی کیا ہے۔

"ادب گاہِ رام پور میں تقدیم و تاخیر کا لحاظ یوں نہیں ہے کہ میرے سامنے یا میری یادداشت کے ذریعہ جو محترم نام آتے گئے ہیں، انہیں نظم کرتا گیا۔ ادب گاہِ رام پور کو مکمل تذکرہ نہیں کہا جاسکتا۔ مگر میں اسے مکمل جانتا ہوں۔ میرا مقصد نئی نسل کے طالب علموں نیز ادب نوازوں تک اپنے وطن رام پور جو اُردو کا تیسرا اسکول تسلیم کیا جاچکا ہے، اس کی مختصر تاریخِ ادب پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

ادب گاہ رام پور ایک منظوم تذکرہ ہی نہیں ہے، بلکہ ایک ایسی خوبصورت نظم ہے جس کے ایک ایک شعر میں ہوش نعمانی کا وہ خلوص و محبت اور پیار جھلکتا ہے جو انہیں اپنے شہر کے فن کاروں سے ہے۔ انہوں نے اپنے اس تذکرہ میں جہاں قدیم شعرا کا ذکر کرتے ہوئے عقیدت و احترام کو ملحوظ رکھا ہے، وہیں اپنے ہم عصر شاعروں کے تذکرے میں بے پنا محبت اور جذبات پیش کئے ہیں اور نئی نسل کے شاعروں کے تذکرے میں اپنی شفقت کے اظہار کے ساتھ ان کے اچھے اور روشن مستقبل کی دعا بھی کی ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہوش نعمانی کے دل میں اپنے شہر کے فن کاروں کے لئے عقیدت و احترام، خلوص و محبت اور شفقت کا ایک بحرِ بیکراں موجزن ہے۔

ہوش نعمانی نے اپنے اس منظوم تذکرہ کو پرانی قدروں کا پابند نہیں کیا ہے بلکہ پوری کتاب پڑھ کر ایسا لگتا ہے جیسے کوئی خوبصورت مرصع غزل پڑھ رہے ہوں۔ میری اس بات کی تائید ادب گاہِ رام پور کے سلسلہ میں تمہیدی نظم کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

میرا وطن صدف سے بھرا طشتِ سیم ہے
میرا وطن شباب غزل کا نیم ہے

وہ اپنے تذکرے میں رام پور کے فرزند مجاہد آزادی مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں لکھتے ہیں ـــــــ

جوہر جو ایک عظیم مجاہد وطن کے تھے
بلبل وہ ہند جیسے جہانِ سخن کے تھے
کہنا یہ ان کا قوم کے دل کی کلید ہے
قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

پائی حیات نے یہ منظر کربلا کے بعد
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سرزمین رام پور کے ایک ماہر قانون اور شاعر رگھونند کشور شوق کے بارے میں لکھتے ہیں ——

قانون داں وہ صاحب حق صاحب سخن
کرتا ہے ناز آج بھی ان پر مرا وطن
وہ فارسی کی جان رگھو نند کشور شوق
وہ نعت ہائے سرورِ عالم کا ان کو ذوق

اسی طرح ہوش نعمانی مشرقی علوم کے نام ور عالم و محقق مولانا امتیاز علی خاں عرشی صاحب کا تذکرہ بڑی عقیدت سے کرتے ہیں۔

عرشی کہ ایک قلم کے سمندر کا نام ہے
عرشی جہانِ علم کے منظر کا نام ہے
عرشی زمیں پہ بارشِ انوار آگہی
تہذیب کے فلک پہ ستاروں کی رہروی
ہندوستاں سے رُوس تلک خیر کا پیام
عرشی شراب خیر سگالی کا ایک جام

نئی نسل کے نمائندہ شاعر اظہر عنایتی کے سلسلہ میں اپنی شفقت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

ذرّوں میں آفتاب کی کرنیں سمیٹ کر
اُردو زباں کو بخشی ہے اس نے نئی سحر

یہ ہے بقائے اردو زباں کا ضمانتی
اس نوجواں کا نام ہے اظہر عنایتی
اظہر عنایتی ہے نئی نسل کا امام
اظہر جہانِ شعر میں رکھتا ہے اک مقام

اس تذکرہ میں ہوش نعمانی نے شعراء کے ساتھ ساتھ رام پور کے ادیبوں، افسانہ نگاروں کویوں، اور صحافیوں کا ذکر بھی بڑے دلنشیں انداز میں کیا ہے۔ ادب گاہ رام پور اردو شاعری کی تاریخ میں ایک ایسے باب کا اضافہ ہے جو آنے والے وقت میں اردو شاعری کی نئی راہوں کا ضامن ہوگا، لیکن اس تذکرے میں ایک بڑی کمی محسوس ہوتی ہے، وہ یہ کہ اگر ہوش نعمانی اس تذکرہ میں شامل شعراء اور ادباء کی تاریخ پیدائش اور موت کا اشاریہ بھی شامل کر دیتے تو تذکرہ کی ایک دستاویزی حیثیت ہو جاتی۔ پھر بھی مجھے یقین ہے کہ یہ منظوم تذکرہ ادبی حلقوں میں قدر و منزلت سے دیکھا جائے گا۔

جنابُ شوکت علیخاں (ایڈوکیٹ)
رام پور

دبستانِ رام پور کا منظوم تذکرہ

بیسویں صدی کی پانچویں دہائی کی بات ہے۔ ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہرلال نہرو کے پرائیوٹ سکریٹری او۔ پی متھائی نے ایک دن قومی رہنما اور مجاہد آزادی آچاریہ جے۔ پی کرپلانی کو ٹیلیفون کیا:

"میں او۔ پی متھائی ہوں۔ وزیر اعظم کی رہائش گاہ سے بول رہا ہوں۔"

کرپلانی جی جو اپنی غیر معمولی ذہانت اور بذلہ سنجی کے لئے مشہور تھے، برجستہ جواب دیا۔

"میں اچاریہ کرپلانی ہوں اور اپنی ہی رہائش گاہ سے بول رہا ہوں۔"

بیسویں صدی کی آخری دہائی میں آج محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اردو زبان کہہ رہی ہو۔

"میں زبان اردو ہوں' اور اپنی سرزمین ــــ دبستانِ رام پور سے بول رہی ہوں۔"

مشترکہ ہندوستانی تہذیب اور قومی یکجہتی کا دوسرا نام اُردو ہے۔ اردو پیار و محبت کی زبان ہے۔ یہ دنیا کی واحد زبان ہے جس میں دل کے لئے ساڑھے سات سو لفظ، جگر کے لئے ساڑھے چار سو اور کم و بیش اتنے ہی الفاظ عشق کے لئے ہیں۔ ملک کی جنگ آزادی میں اُردو زبان نے ایک سپاہی کی طرح حصّہ لیا اور ہندستانی قوم کو "انقلاب زندہ باد" کے لافانی نعرے

سے مسلح کرکے اس میں سرفروشی کی تمنا پیدا کی۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ بابائے قوم مہاتما گاندھی نے جنوبی افریقہ کے فونکس فارم کے مقام پر ایک پرائمری اسکول قائم کیا تھا، جس میں انھوں نے خود اُردو کی تدریس کا کام انجام دیا، لیکن تقسیم وطن کے بعد اُردو اپنے ہی وطن میں غریب الوطن ہوگئی۔ اردو کے ممتاز شاعر آنند نرائن ملّا نے اردو کی اس افتاد کا خاکہ اس طرح کھینچا ہے۔

یہ حادثہ سالِ چہل و نو میں ہوا
ہندی کی چھری تھی اور اُردو کا گلا
اردو کے رفیقوں میں جو مقتول ہوا
سنتے ہیں کہ ملّا نامی شاعر بھی تھا

آئینِ ہند میں اردو کو اگرچہ ایک قومی زبان کا درجہ حاصل ہے، لیکن سرزمین ہند اسکی نشوونما کے لئے خشک ہوتی جارہی ہے۔ نامساعد حالات اور نامسعود فضاؤں کے باوجود ابھی تک جس سرزمین پر اردو کا چراغ طمطراق سے روشن ہے، اس کا نام دبستانِ رام پور ہے۔

ہوش نعمانی رام پور کے ممتاز اور نمائندہ شاعر ہیں۔ ان کی کئی منظوم کاوشیں منظرِعام پر آچکی ہیں۔ "ادب گاہ رام پور" ان کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ یہ تصنیف دراصل "دبستانِ رامپور" کے شعراء کا ایک اجمالی منظوم تذکرہ ہے۔ اس سے قبل حافظ صاحب نے مسدس بے نظیر اور امیر اللہ تسلیم نے تاریخ بدیع میں دیگر اہلِ کمال کے ساتھ بعض شعرائے رام پور کا منظوم ذکر کیا ہے۔ تحقیق اور تنقید ایک جراحی عمل ہوتا ہے۔ جس میں محقق یا نقاد کو شخصیت کی کتر بیونت کرنے اور ایذا رسانی سے مفر نہیں ہوتی۔ ہوش صاحب نے اپنی تصنیف میں توصیفی انداز اختیار کرکے ع "دل بدست آور کہ حج اکبر است" کی توثیق کی ہے۔ اس تذکرہ میں انھوں نے تقدیم و تاخیر کی کوئی قید نہیں رکھی ہے۔ ایسا شاید اس بنا پر ہوا ہے

کہ انہوں نے پہلے سے کوئی فہرست مرتب نہیں کی، اور جو شاعر ذہن میں آتا گیا، اس کو نظم کرتے چلے گئے۔ موصوف نے حصہ بقدر جثہ کو بھی لازم قرار نہیں دیا ہے۔ رام پور کے اولین اساتذہ قائم اور مولوی قدرت اللہ شوق کا ایک ایک سطر میں تذکرہ ہے تو بعض شعرائے ہم عصر سے قلبی محبت کی وجہ سے ان کے باب میں بیس[۲۰] پچیس[۲۵] اشعار تک موجود ہیں۔ غزل کی طرح ہوش صاحب کو نظم پر بھی قدرت حاصل ہے۔ رام پور سے بے پناہ محبت اور قادر الکلامی کی وجہ سے وہ برجستہ اور بے تکان اپنے خیالات کا اظہار کرتے چلے گئے ہیں۔ یہ خارجی صناعی کا ایک، شاہکار ہے۔ یعنی اس میں مختلف افراد کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ان سب میں ایک بات مشترک ہے۔ یہ سب کسی نہ کسی حیثیت سے رام پور سے تعلق رکھتے ہیں اور بحیثیت مجموعی "دبستانِ رام پور" کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہوش صاحب نے اردو کی نئی نسل و نئی فصل کو بھی جس پیرائے میں پیش کیا ہے اس سے ان کے اس اعتماد کا اعادہ ہوتا ہے ؎

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

ہوش صاحب نے ادب گاہِ رام پور کا آغاز دبستان رام پور کی تعریف سے کیا ہے ۔
دبستانِ رام پور کے بارے میں یہ غلط تصور قائم ہوگیا ہے کہ جب ۱۸۵۷ء کے نتیجے میں دلی اور لکھنؤ کے ادوار ختم ہوئے تو وہاں کے شعراء کی نواب یوسف علی خاں ناظم (متوفی ۱۸۶۵ء) اور نواب کلب علی خاں نواب (متوفی ۱۸۸۷ء) نے قدر افزائی اور سرپرستی فرمائی اور جب یہاں دلی اور لکھنؤ کے دبستانوں کے نمائندہ شعرا داغ، امیر اور جلال کے باہمی مقابلے ہوئے تو ایک تیسرا اسکول "دبستانِ رام پور" معرض وجود میں آیا۔ جو ہندوستان بھر میں مقبول ہوا۔ رام پور کے مایہ ناز ادیب شاعر جناب شبیر علی خاں شکیب کا تحقیقی مقالہ "رام پور کا

"دبستانِ شاعری" اس تصور کی مدلل نفی کرتا ہے۔ اس مقالہ کا ایک حصہ حال ہی میں رضا لائبریری جنرل ۱۹۹۵ء میں "رام پور کے دبستانِ شاعری کی ایک جھلک" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ رام پور شہر ۱۷۷۴ء میں آباد ہوا اور نیا "دارالریاست" قرار پایا، تو دلی کے چار متقدمین اساتذہ میں سے سودا اور میر نے اودھ کا رُخ کیا۔ قائم چاندپوری رام پور آ گئے، اور درد دلی میں ہی رہے۔ قائم اور ان کے شاگردوں اور دوسرے کئی شعراء کے ذریعہ یہاں بزمِ سخن آراستہ ہوئی۔ دورِ اوّل (۱۷۷۴ء تا ۱۸۴۰ء) میں یہی ان اساتذہ کے شاگردوں استاد کرم غفلت اور اللہ داد طالب شبراتی وغیرہم نے اسے جلا بخشی۔ اسی دور میں جرأت کے شاگرد شاہ رؤف رافت مجددی اور ان کے شاگرد غلام نبی، عبرت اور قربت تخلص (متوفی ۱۸۴۰ء) نے قائم کے مقبول عام رنگ میں جرأت کے نکھرے ہوئے رنگ کی آمیزش کی۔ عزت نے جب حسب ذیل شعر کہا تو نظام اور داغ نے ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا۔

دیکھ آئینے میں وہ زلف دوتا کہتے ہیں
لوگ سچ کہتے ہیں اس کو جو بلا کہتے ہیں

دوسرے دور میں جب ۱۸۴۰ء میں نواب یوسف علی خاں ناظم، تسکین دہلوی، موجد، عنایت، بیتاب، سروش اور عبرت جو مومن کے شاگرد تھے رام پور آ گئے تو مومن کے خالص رنگِ تغزل نے رام پور کے ماحول شعر و سخن کو کافی حد تک متاثر کیا۔ مصحفی کے شاگرد بیمار نے اس میں مزید اضافہ کیا۔

سانس آہستہ لیجیو بیمار
ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا

عرض ۱۷۷۴ء قیامِ رام پور سے ۱۸۵۷ء کے انقلاب تک اسّی برس کے عرصہ میں مقامی

اور دلّی اور لکھنؤ کے اثر سے رام پور میں اسی طرح ایک دبستان وجود میں آیا۔ جس طرح لکھنؤ میں اسی مدّت میں دبستانِ لکھنؤ بنا۔

۱۸۵۷ء کے بعد داغؔ، امیرؔ مینائی اور جلالؔ وغیرہم جیسے رام پور آئے تو یہاں کے رنگِ سخن سے متاثر ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس رنگ کو مزید نکھارا۔

دلّی اور لکھنؤ کے دبستانوں پر باقاعدہ کام ہو چکا ہے، لیکن "دبستان رام پور" پر ابھی تک کوئی تصنیف منظرِ عام پر نہیں آسکی ہے۔ شکیبؔ صاحب کا مقالہ کتابی شکل میں چھپ جائے تو یہ ایک بڑا کام ہو جائے۔ "ادب گاہِ رام پور" اس سلسلہ میں ہوشؔ صاحب کی پہلی جامع منظوم کاوش ہے، جس کے لئے وہ قابلِ مبارک باد ہیں۔ وہ ان کی فنکارانہ صلاحیتوں کا مظہر ہے۔

"اَدَبْ گاہِ رَامپُورْ" کی ایک اور خوبی جو اس کو شرفِ قبولیت عطا کرے گی، وہ یہ ہے کہ اس میں شعراء کے ساتھ ساتھ نثر نگاروں اور ہندی کے کویوں کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ سرزمینِ رام پور کے جملہ ادیبوں اور شاعروں کا تعارف پیش کرتی ہے۔

مجھے قوی امید ہے کہ ادبی حلقوں میں اس تصنیف کی پذیرائی ہوگی۔

جنابِ مرتضیٰ ساحلؔ تسلیمی
رام پور

ایک وسیع القلب شاعر
ہوشؔ نعمانی

"میں جو کچھ بھی کہوں گا سچ کہوں گا، سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا" اور سچ اس لئے کہوں گا کہ محترم ہوشؔ نعمانی کی وارداتِ شعرگوئی کے سلسلے میں کئی سال تک "موقع کا گواہ" ہونے کا شرف رکھتا ہوں۔ یہ پندرہ سال قبل کی بات ہے کہ جب ہوشؔ صاحب نے عارضی طور پر رہائش اختیار کرکے میری گلی کو عزت اور مجھے شفقت بخشی تھی۔ ہوشؔ صاحب آج کی طرح ان دنوں بھی مصروف ترین شاعر تھے، لیکن تب وہ تقریباً تنہا ایسے شاعر تھے جو سارے ہندوستان میں "ادب گاہِ رام پور" کی نمائندگی کر رہے تھے، ان دنوں میں بھی آج جیسا مصروف نہیں تھا چنانچہ ان کی صحبت سے خوب خوب فیضیاب ہونے کا موقع ملتا تھا۔

ہوشؔ نعمانی صاحب بلاشبہ عظیم شاعر ہیں۔ انتہائی قادر الکلام اور زود گو شاعر ہیں۔ میں نے قدیم شعراء کی زود گوئی کے واقعات ادبی کتب میں پڑھے تھے، لیکن ہوشؔ صاحب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ایک نشست میں مرثیے کے پچیس ۲۵ تیس ۳۰ بند اس طرح کہنا، جیسے نزول ہو رہا ہو میرے لئے حیرانی کی بات تھی۔ ان دنوں "زم زم و فرات" کتابت کے لئے تیار ہو رہی تھی کبھی کبھی قلم اور کاغذ میرے ہاتھ میں ہوتا اور چائے کا کپ ہوشؔ صاحب کے ہاتھ میں۔

ایسا لگتا تھا کہ الفاظ کے ہار پہنے مصرعے قطار در قطار صفحۂ قرطاس پر آنے کے لئے بے قرار ہوں، اور یہ کمال محض مرثیہ تک ہی محدود نہیں تھا۔ انھیں غزل، نعت، منقبت اور قصیدے پر بھی اسی قدر دسترس حاصل تھی۔ اسی زمانے میں منظوم سہرے اور رخصتی کو صنف کی حیثیت عطا کی۔ ہزاروں سہرے اور رخصتیاں کہیں۔ بیرونی مشاعروں سے واپس آنے کے بعد شہری احباب کے بھیجے ہوئے شادی کے دعوت نامے کھولتے، اُن سے منسلک نوشتہ یا عروس اور ان کے قریبی اعزہ کے ناموں کی سلپ نکالتے اور ایک ہی نشست میں یکے بعد دیگرے رخصتی اور سہرے نظم کر کر کے اُنھی لفافوں میں رکھتے جاتے۔ اس صنف میں جو ملکہ انہیں حاصل ہوا کسی اور کو نہ ہوسکا۔ یہ طے کرنا تنقید نگاروں کا کام ہے کہ ہوش نعمانی غزل کے اچھے شاعر ہیں یا مرثیہ و منقبت و قصیدے کے۔ میں نے ہر صنف میں اُن کی شعری تخلیقات سنجیدگی سے پڑھی ہیں اور مجھے وہ ہر صنف میں باکمال محسوس ہوئے ہیں۔ البتہ اپنے فکری رجحان اور ذوق کی وجہ سے ان کی غزلیں مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں۔ جن میں زبان کی لطافت، لہجہ کی جاذبیت، جذبے کی صداقت اور عصری حسیت خوب خوب ہے۔

محترم ہوش نعمانی کی شاعری کا احاطہ دو صفحات میں کجا دو سو صفحات میں بھی ممکن نہیں ہے اور یہاں یہ شروع بھی نہیں ہے۔ میرے سامنے "ادب گاہِ رام پور" کا منظوم مسودہ ہے جو شعرائے رام پور کی مختصر تاریخ ہے اور تعارف بھی۔ یہ تو سبھی کہہ سکتے ہیں کہ "خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں فرمانے والے میں" مگر" مرے ہم عصر میرے شہر کے شاعر سب اچھے ہیں" کہنے کے لئے بڑا ظرف اور وسیع قلب چاہیے۔ ہوش نعمانی چونکہ خود بلند قامت ہیں اس لئے دوسروں سے جھک کر ملتے ہیں۔ کسی سے حسد نہ رقابت، کسی سے

معاصرانہ چشمک اور نہ ہی کسی گروپ بندی کے گنہ گار۔ وہ اپنی ذات میں خود انجمن ہیں اور کئی انجمنیں اُن کے نام سے وابستہ ہیں۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں شاعر ساز بھی ہیں۔ زیر مطالعہ کتاب "ادب گاہِ رام پور" میں اپنے ہم عصر، ہم وطن شعراء کا تعارف جس خلوص سے انہوں نے کردیا ہے۔ وہ بڑی اعلیٰ ظرفی اور دل گردے کا کام ہے۔ نوجوان شعراء کی جو حوصلہ افزائی اس کتاب میں کی گئی ہے' اس کے لئے نئی نسل کے ان شعراء کو ہوش صاحب کا ممنون ہونا چاہیے ـــ بہرحال اگر شفقت، محبت، مروت، مہمان نوازی، ہمدردی، رواداری، انکساری اور خاکساری جیسی صفات اگر کسی ایک شخص میں جمع ہیں تو وہ ہے ـــ ہوش نعمانی

قطعات

ڈاکٹر فرید صدیقی

ادب برائے ادب نیک فال بن جائے
زوال جس کو نہ ہو وہ کمال بن جائے
دُعا ہے میری کہ تخلیق ہوشؔ نعمانی
جہان نظم میں ضرب المثال بن جائے

اک فکر رہ گذر ہے ادب گاہِ رام پور
تخلیق کا سفر ہے ادب گاہِ رام پور
یہ نظم شاعری کی بھی معراج ہے فریدؔ
بس ہوشؔ کا ہنر ہے ادب گاہِ رام پور

ہر اِک زبان پہ جس کا کلام ہے وہ ہوشؔ
ہر اِک کتاب ورق جسکے نام ہے وہ ہوشؔ
وہ شاہکار ادب اِک مصوّر فطرت
جہانِ شعر و سخن کا امام ہے وہ ہوشؔ

بابِ اوّل

دربار سے منسلک بیرونی اساتذہ کا تذکرہ

ادب گاہ رامپور

میرا وطن دیارِ سُخن خُلدِ فن ہے ہوش

میرا وطن زبان و ادب کا چمن ہے ہوش

میرا وطن صدف سے بھرا طشتِ سیم ہے

میرا وطن شبابِ غزل کا نعیم ہے

اُردو ہے جس کا نام وہ میرے وطن میں ہے

اور اس طرح کہ جیسے زباں ہر دہن میں ہے

شامِ اَودھ نے شمعِ اودھ سونپ دی ہمیں

نجدِ دکن نے لیلیٰ فکرِ ولی ہمیں

ہم آج بھی امانتِ مِلّت کے ہیں امیں

اُردو کے ہم ہیں اُردو ہماری ہے بالیقیں

ماضی میں بھی بُلند رہا ہے ہمارا سَر

دنیائے نظم و نثر کی بن کر رہے سحر

ڈنکا جہان بھر میں ہماری زباں کا ہے
جو تیر ہے غزل میں ہماری زباں کا ہے

قائم مرے وطن میں اساسِ سخن ہیں ہوش
بانیٔ نظم و شعر و غزل کا چمن ہیں ہوش
قائم شہِ کمال ہیں شاہِ فنون ہیں
قیسِ قلم ہیں علم و ادب کا جنون ہیں
قائم نہ تھے تو کچھ بھی نہ تھا میرے شہر میں
چرچا ادب کا ان سے ہوا میرے شہر میں
شہ بی بی کے محل کے قریں ان کا ہے مزار
وجہِ بہار خامہ ہیں دُرِ گنج بے بہار
تربت بھی ان کی ہم سے بنائی نہیں گئی
یہ بات اہلِ خیر میں لائی نہیں گئی

قیام الدین محمد قائم

میرے وطن کو شوق نے اپنا وطن کہا
دنیائے رام پور کو دُنیائے فن کہا

مولوی قدرت اللہ شوق

آشفتہ کا چلن بھی قیامت کا تھا چلن
ہر وقت شعر و شاعری میں رہتے تھے مگن

عنبر شاہ خاں آشفتہ

نواب میم یار خاں صاحب سخن امیر
ان کا ہر ایک شعر صداقت کا ایک تیر

نواب محمد یار خاں امیر

شاعر کبیر ویسے بھی حاذق حکیم تھے
ہر صنفِ شاعری کے وہ یعنی علیم تھے

حکیم کبیر علی انصاری کبیر

عبرت بھی تھے حکیم ضیاء آپ کا تھا نام
قابو میں جان و دل کرے کچھ ایسا تھا کلام

حکیم میر ضیاء الدین عبرت

عشرت کہ جن کا میر غلام علی تھا نام
ان کا ہر ایک شعر تھا شمشیر بے نیام

میر غلام علی عشرت

شاعر کئی زبانوں کے، ذوقی تھا جن کا نام
وہ ذوقی رام جن کا ہے باغیچہ ذوقی رام

لالہ ذوقی رام حسرت

حسرتؔ نے لکھا فارسی میں بیشتر کلام
ہم عصر شاعروں میں بڑا ان کا تھا مقام

نواب نصراللہ خاں سلطانؔ

نصراللہ خان یعنی کہ سلطانؔ ذی شعور
ان کی غزل میں عشق و محبت کا ہے سرور
بازار ان کے نام سے مشہور اب بھی ہے
خوش فکر نوجوانوں سے معمور اب بھی ہے

مرزا محمد اکرام برلاس آشناؔ

مرزا محمد اکرم برلاس آشناؔ
ان جیسا واقعی ہی نہ تھا کوئی دوسرا

عزیز خاں بے جاںؔ

بے جاںؔ کا بھی اسم بڑا جاندار ہے
ان کے یہاں غزل سے بلا کا دُلار ہے

مولوی غلام جیلانی رفعتؔ

رفعتؔ کہ جن کا مولوی جیلانی نام تھا
استاد شاعروں میں بھی اُن کا مقام تھا

حکیم عطاء اللہ قریشی غمینؔ

اسم عطا قریشی غمینؔ لب پہ آگیا
تحریر میں مری عجب انداز آگیا

مولوی محمد اکرم دہلوی

اکرم جو دہلوی ہیں مگر واہ، واہ، واہ
میرے وطن نے ان کو عطا ایسی کی پناہ

محمد عباس خاں عباس

عباس خاں سخن کے بھی عباس ہی رہے
بازارِ شاعری میں وہ الماس ہی رہے

نواب احمد یار خاں افسر

نواب یعنی حضرتِ افسر کی ذات بھی
اُردو زبان ہی کے لئے جیسے وقف تھی

محمد مستقیم خاں وسعت

اُونچی تھی مستقیم خاں وسعت کی بات بھی
حد درجہ محترم ہی رہی اُن کی ذات بھی

اخوندزادہ احمد خاں غفلت

غفلت کی شاعری میں ہے جادو زبان کا
ثانی نہیں ہے ان کے کلام و بیان کا

مولوی اللہ داد طالب

طالب کہ مولوی بھی ہیں اور اللہ داد بھی
شاعر بھی اہلِ علم بھی محفل نژاد بھی

کریم اللہ کرمؔ

خوش فکر و خوش نظر کریم اللہ خاں کرمؔ
اُردو زباں اِن سے یہ اُردو سے تھے بہم

میر محبوب علی مفلسؔ

مفلسؔ تو صرف نام کے محبوب میرؔ تھے
خود تھے کڑی کمان تو شعر اُنکے تیر تھے

نواب احمد علی خاں رندؔ

احمد علیخاں رندؔ تھے نوّاب ذی وقار
اور یوں بھی شہر علم کے تھے آپ شہر یار

محمد کبیر خاں تسلیمؔ

تسلیمؔ تھے جناب محمد کبیر خاں
عِلم و یقین و عقل و خِرد کا حسیں جہاں

حبیب النبی خاں مجدّدی رقّتؔ

رقّتؔ مجدّدی تھے جدید ان کا رنگ تھا
ان کے لیے کوئی بھی نہ مضمون تنگ تھا

کرامت اللہ شہیدی

خان کرامت اللہ شہیدی کا راستا
اِک ایک صنفِ شاعری سے جاکے مِل گیا

شاہِ رؤف احمد رافتؔ مجددی
فن و ادب کی راہ گذارے تھے زندگی

شاہ رؤف احمد مجددی رافتؔ

غربتؔ کہ تھے غلام نبی خان باشعور
اُن کی غزل میں صرف محبت کا تھا سرور

غلام نبی خاں غربتؔ

تسکینؔ یعنی میر حسن شانِ شاعری
ان کی تلاش فکر میں گذری ہے زندگی

میر حسن تسکینؔ

احمد علی رساؔ کا بھلا کیا جواب ہے
ان کا کلام مرکزِ حسنِ شباب ہے

میر احمد علی رساؔ

بیتابؔ کو سکون زبان و ادب میں تھا
انہیں وہی نہیں تھا کہ جو اسوقت سب میں تھا

صاحبزادے حسن علی خاں بیتابؔ

اشعار میں جناب عنایتؔ کے کیا نہ تھا
تاعمر اُن کی فکر میں ایک باغ سا رہا

صاحبزادے عنایت علی خاں عنایتؔ

شاعر سروش حضرت عبدالوہاب خاں
لفظوں میں ان کے ہوتے تھے معنی نئے نہاں

صاحبزادے عبدالوہاب خاں سروش

اصغر تخلص اصغر علی خان کرتے تھے
جام عروض میں یہ نیا رنگ بھرتے تھے

اصغر علی خاں اصغر

حشمت علی خاں موجد صد رنگ شاعری
باطن میں بھی وہی تھی جو تھی ذات ظاہری

حشمت علی خاں موجد

عالی جناب سید رزاق شاہ فقیر
اور آگہی ذہن میں لیکن بڑے امیر

سید شاہ عبدالرزاق فقیر

غمگین اور شفقت و احمد اساتذہ
کر سکتا انمیں کوئی نہیں کچھ موازنہ

عبدالقادر خاں غمگین
سید نجف علی شفقت
میر احمد علی شاہ

شاہانِ رامپور

شاہانِ رام پور تھے شعر و ادب کی جان
اچھے سخنوروں کا وہ رکھتے تھے خوب مان

سب اپنے اپنے عہد میں شاعر نواز تھے
ہر اہلِ علم کے لئے در ان کے باز تھے

مہمان خانے اہلِ سخن سے بھرے ہوئے
جیسے چمن ہوں سرو و سمن سے بھرے ہوئے

ان میں کئی کلام و سخن کے امیر تھے
لیلیٰ فکر و زلفِ غزل کے اسیر تھے

احمد علی خاں رند کی غزلوں میں تھا سرور
یعنی کہ یہ تھے ساتویں نوابِ رام پور

نواب احمد علی خاں رند

یوسف علی خاں تھے نویں نواب ذی شعور
ناظم تخلص آپ کا شہرت تھی دُور دُور

نواب یوسف علی خاں ناظم

نواب حاجی کلب علی خاں کی بات کیا
ہے ان کی شاعری میں تصوف کا باغ سا

نواب کلب علی خاں

حامد علی خاں رشک نے وہ گُل کھلائے ہیں
اپنے معاصرین کو حیرت میں لائے ہیں

نواب حامد علی خاں رشک

خان رضا علی نے تخلص "رجا" رکھا
ہندی سے چونکہ ان کو بَلا کا لگاؤ تھا

نواب رضا علی خاں رجا

رفعت زمانی صاحبہ عصمت کا ہر کلام
میخانۂ قاآنی و عرفی کا ایک جام
نوحہ، قصیدہ، مرثیہ و منقبت، سلام
ان محفلوں میں بھی بہت اونچا تھا ان کا نام

رفعت زمانی صاحبہ عصمت

آئے ہیں میرے شہر میں جو بھی اساتذہ
راس آئی اُن کو مُصطفےٰ آباد کی ہَوا
پائے اسیر چُومنے آزادیاں چلیں
پھولوں کا نَم لئے ہوئے پُروائیاں چلیں

مظفر علی اسیرؔ

مینائی خانداں کو یہیں سے ملا عروج
ایوانِ شاعری میں بُلند ان کے ہیں برُوج

امیر مینائیؔ

بیمار کو یہیں سے ملی صحت دوام
بزمِ زباں میں آج بھی روشن ہے جن کا نام

میر شیخ علی بخش بیمارؔ

میرے وطن کو خوب سراہا جلال کو
شاعر کو، اس کی شان کو، فن کو، کمال کو

جلالؔ

شہرت کا نور پا گئے استاد فن منیرؔ
اور ماہتاب بن کے رہے آسمان گیر

منیرؔ

تسلیم کو بھی ہند نے تسلیم کر لیا
ان کو مرے وطن نے بڑا مرتبہ دیا

تسلیمؔ

آئے قلق تو صرف تخلص رہا قلق
ان پر نشاط و عیش کی چھائی رہی شفق

قلق

عزت تھی جان صاحبِ نازک خیال کی
قائم ہر ایک بزم میں تھی ان کی برتری

جان صاحب

دلی میں داغ بعد ظفر ایک خواب سے تھے
میرے وطن میں آئے تو کھلتا گلاب سے تھے

داغ دہلوی

استادِ بحر بن کے رہے جانِ رام پور
تکریم ان کی کرتے ہیں خاصانِ رام پور

رہتے تھے شاہزادے حیا میرے شہر میں
شمعِ شہ ظفر کی ضیاء میرے شہر میں

شہزادے حیا

غالب کے فن کو میرے وطن سے جلا ملی
تخیل و طرزِ نوشہ کو رنگیں ضیاء ملی

مرزا غالب

مضطر نے خیر باد کہا خیر آباد کو
مجبور کر کے رکھ دیا شاہوں کی داد کو

مضطر خیرآبادی

میرے وطن کے رنگِ تغزل کے تھے قتیلؔ
اور رام پور آ کے رہے حضرت جلیلؔ

قتیلؔ
جلیلؔ مانک پوری

ہو کر رہا کلام رساؔ ہند میں رسا
عابد حسین اوجؔ کو بھی اوج ہی ملا

بیرا احمد رساؔ
عابد حسین اوجؔ

شاداںؔ کو دیکھتا رہا شاداںؔ کا بلگرام
اُن کو مِلا جو مصطفٰےؐ آباد کا پیام

شاداںؔ بلگرامی

اس درجہ فن پناہ رہا ہے مرا وطن
ہر فن کی جلوہ گاہ رہا ہے مرا وطن

المختصر کہ سیکڑوں اہلِ ہُنر رہے
میرے وطن کی آنکھ میں بن کر سحر رہے

اے رام پور مصطفٰےؐ آباد زندہ باد
اے حاصلِ وراثتِ اجداد زندہ باد

تاحشر تیرے سر پہ رہے تاجِ شاعری
تقسیم تیرے در سے ہو ہر علم و آگہی

باب دوم

اس صدی کے نامور مرحوم شعراء کا تذکرہ

حال اس صدی کا مختصراً نظم کر چلوں
ماضی کو تیرگی سے اُجالے میں لاسکوں
مرحوم اساتذہ کا بھی کچھ ذکر چاہیئے
اے ہوش اس طرف بھی ذرا فکر چاہیئے

صوفی بزرگ سیدِ عالی نظام شاہ
جن کا کلام جن کی غزل واہ واہ واہ

سید نظام شاہ

میر احمد رسا کو بھلا کون بھول جائے
اس بارگاہِ علم میں میرا قلم نہ جائے

میر احمد رسا

اب اُن کا ذکر جن پہ زمانے کو ناز تھا
محمود تھا وہ خود ہی وہ خود ہی ایاز تھا
وہ عہد ان کا عہد وہ دَور اُن کا دَور
ان کا طریق، ان کا عمل اور ان کا طور
بس اُن کی خانقاہ میں سارا جہان تھا
ہاں دیکھنے میں ایک شکستہ مکان تھا
غالب یہاں پہ آکے قدم بوس ہوگئے
بس میرزا جمالِ قلندر میں کھو گئے
تکریم اُن کی کرتے تھے نوابِ رام پور
لیکن ہمیشہ وہ رہے شاہی سے دُور دُور
تاریخ گوئی میں یدِ طولیٰ لئے ہوئے
یوں فی البدیہہ جیسے کبھی کے کہے ہوئے
تاریخ کا کمال ہو جس کو بھی دیکھنا
مسجد جو موتی نام کی ہے اس پہ ہے لکھا
ہے کتنا اختصار میں تاریخی مادّہ
محراب در پہ کندہ ہے بس "خانۂ خدا"
نام اُن کا لو تو ہونٹ بھی ہو جائیں قند قند
صوفی بزرگ سیّد منصور ڈھاٹا بند

میاں منصور شاہ صاحب ڈھاٹا بند

اِک شاعرِ بزرگ ۔ بڑے مردِ باصفا
ہادیؔ تھا نام ۔ بزمِ سخنداں میں تھے وفاؔ

جبار آصفیؔ کا بلندی پہ نام تھا
سارا کا سارا فارسی ہی میں کلام تھا

نجم الغنی خاں نجمیؔ ، مؤرخ تھے بے پناہ
اور شاعری میں بھی رہی ان کی حسین راہ

غیاثؔ دین مولوی عزتؔ کی آبرو
کس کی مجال اُن سے کرے کوئی گفتگو
اس کا ثبوت اُن کی غیاث اللغات ہے
دُنیا میں جس لُغات کی اپنی ہی بات ہے

کچھ جانشینِ داغؔ کا بھی تذکرہ چلے
اُردو زباں کے باغ کا بھی تذکرہ چلے
کشتیٔ شاعری کے بھی ناخدا تو تھے
استاد تھے اساتذہ کے رہنما بھی تھے

حضرت محمود

تھا ہند بھر میں حضرتِ محمودؔ کا وقار
تھا اُن کے دَم سے حُسنِ غزل میں عجب نکھار
مرحوم اگرچہ حضرتِ محمودؔ ہو گئے
اشعار اُن کے زندہ ہیں اب بھی جگہ جگہ

استاد رشید خاں

میر الاساتذہ تھے جناب رشیدؔ خاں
علمِ عروض حُسنِ تغزّل کے اِک جہاں

وفا حیاتی

حضرت وفاؔ حیاتی ضعیف اور ناتواں
پڑھتے تھے شعر جیسے پڑھے کوئی نوجواں

ابو طاہر مجددی

اُستادِ فن جناب ابو طاہرؔ مجدّدی
اُن کا بھی اپنے عہد میں ثانی نہ تھا کوئی

صاحبزادے اچھن صاحب اشک

اشکؔ اپنے آپ میں تھے خود اپنی ہی اِک مثال
اُن کی غزل کہ جیسے چمن زار میں غزال

شبیر علی خاں شبیر

شبیرؔ ننھے صاحبِ خوش خُلق کا تھا نام
دربار آپ کا شعراء کے لئے تھا عام

حضرت اثر تھے یعنی ولایت حسین خاں
رہتی تھی اُن کے دل میں غزل بنکے میہماں

ولایت حسین خاں اثر

شادانی عندلیب گلستانِ شاعری
وہ اپنے آپ میں تھے دبستانِ شاعری

عندلیب شادانی

شاعر جناب عشرت رحمانی کی غزل
اس دَور میں بھلا کہاں ان جیسوں کا بدل

عشرت رحمانی

جوہر جو اک عظیم مجاہدِ وطن کے تھے
بُلبل وہ ہند جیسے جہانِ سُخن کے تھے
کہنا یہ ان کا قوم کے دل کی کلید ہے
«قتلِ حُسین اصل میں مرگِ یزید ہے»
پائی حیات نے یہ نظر کربلا کے بعد
"اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد"
بے مثل و بے نظیر محمد علی کی ذات
آزادیٔ وطن کے لئے وقف تھی حیات
آزادی کی اساس ہیں شاہِ ظفر کے بعد
آغاز پھر سفر کا ہوا اس سفر کے بعد

مولانا محمد علی جوہر

انگریز ڈکشنری کی ترازو میں تولتے
انگلش میں ایسے لفظ بھی جوہر تھے بولتے
آئے نہ پھر غلام وطن میں وہ لوٹ کے
محشر تلک کو بیت مقدس میں جا بسے

حیدر حسین رکھتے تخلص تھے کمترین
خم رکھتے آستانۂ اُردو پہ یہ جبین

حیدر حسین کمترین

شاعر کہ اِک وزیر محمد وزیر تھے
وہ گیسوئے غزل کے پُرانے اسیر تھے

وزیر حسین وزیر

ماہر عروض کے تھے محمد علی اثر
تاریخ پر ادب کے تھی ان کی بڑی نظر

محمد علی خاں اثر

شعر و ادب پہ اُن کا جو منشور کام تھا
کتّوں میں میں نے دیکھا ہے اسکو بھرا ہُوا

احمد علیخاں شوق بڑے پُر بہار تھے
اُن پر غزل تھی اور وہ غزل پر نثار تھے

احمد علی خاں شوق

حافظ تمام غزلوں کے اپنی بشیر تھے
دُرّانی اپنے نام کے لکھتے تھے سامنے
لکھے پڑھے نہ تھے مگر اتنے تھے ہوشمند
چرخِ ادب پہ رکھتے تھے تخیُّل کی کمند
رہتا تھا بزم بزم میں چرچا بشیر کا
ہر شعر ان کا ہوتا غزل سے رچا بسا

الطاف خاں حکیم جو میلاد خواں بھی تھے
شاگرد اُن کے شہر میں کچھ نوجواں بھی تھے

حضرت شفق "ستارہ" کے مالک مُدیر بھی
اُن کی قلم کے ساتھ ہی بس زندگی کٹی

ربّانی ضبط ویسے تو نابینا تھے مگر
اُن کا کلام کرتا تھا دل پر بہت اثر

تھی لاجواب صفدر شمسی کی ذات بھی
عشقِ رسولؐ پاک میں تھی ساری شاعری

مولانا وجیہ الدین احمد خاں وجیہ

شاعر تھے نعت وحمد کے قبلہ وجیہ دیں
وہ مولوی کہ ہند میں ثانی نہ تھا کہیں
تقریر وہ کہ جیسے کہ دریا رواں دواں
تحریر وہ کتابیں ہوں اِک لفظ میں نہاں
وہ مدرسہ دیا مرے ہندوستان کو
سیراب کر رہا ہے جو سارے جہان کو
سارے عرب کے سب فصحا میں ہے اُنکا نام
اُردو زباں میں کیا عربی میں بھی ہے کلام
تھا واعظینِ وقت میں اُونچا بہت مقام
ہوتے تھے الوداع میں عیدین میں امام
اے درس گاہِ جامعہ فرقانیہ کے میرا
لاکھوں سلام تجھ پہ ہوں اے علم کے مُنیر

سید شرف زیدی

فاضل اساتذہ میں شرف زیدی تھے شمار
شہرِ سُخن میں گویا تھا ان کا ہی اقتدار
شاگرد اُن کے آج کے استادِ وقت ہیں
یعنی کتابِ عصر میں رودادِ وقت ہیں
ترتیب دے گا جو کوئی تاریخ رام پور
ذاتِ شرف پہ لکّھے گا وہ سینکڑوں سُطور

مشہور ایک قصّہ بھی حضرت شرف کا ہے
سازِ ادب کو ملتی ہے جس سے کہ ایک لَے
ثابت ہوا کہ اصل مُجاہد غزل کے تھے
طبعاً جناب حضرتِ غالبؔ کے دِل کے تھے
اس طبع کا شرفؔ نے کیا یُوں مظاہرہ
گھر بیچ کر انہوں نے کیا تھا مشاعرہ
دل سے مِٹا سکے گا نہ کوئی شرفؔ کا نام
اے ہوشؔ ان کی رُوح کو پہنچے مِرا سلام

یوسف علی خاں یوسف

یوسفؔ علی خاں مال کے حاکم بھی تھے یہاں
اُردو تھی رُوح فارسی تھی جیسے اُن کی جاں

منشی طوفان سخن

منشی بزرگ یعنی کہ طوفانِ سخن کے تھے
بالکل سفید ریش تھے، دوہرے بدن کے تھے
ہو تنگ قافیہ تو یہ لفظوں کو ٹھونک دیں
ہوٹل کو "بہٹل" کریں، بوتل "بُتل" کریں

تھے قافیہ گر ایک اُفقؔ بھارتی یہاں
افسوس وہ بھی ہو گئے اِک بھولی داستان
چلتا تھا دَور چائے کا پڑھتے تھے جب اُفقؔ
پچیس۲۵ تیس۳۰ شعروں میں تھکتے تھے کب اُفقؔ

شبنؔ میاں عروجؔ بھی شاعر تھے باکمال
سیّد تھے پھر بھی آتا نہیں تھا کبھی جلال

شاعر جو فکرؔ تھے انہیں یزدانی کہتے تھے
دن بھر وہ چلتے پھرتے تھے یاروں میں رہتے تھے
اِک شعر ان کا میرؔ کے کھاتے میں جا ملا
ثابت نہیں ہے پھر بھی نہیں کوئی مانتا
مفہوم شعر اپنے میں لفظوں میں ڈھال کر
کرتا ہوں پیش اُن کو جو ہیں صاحبِ نظر
وہ آئے صرف اتنا تو دیکھا ہے فکرؔ نے
جلتے چراغوں میں پھر اُجالے نہیں رہے

شاعر رباعیات کے شادانی شمسؔ تھے
افسوس وہ بھی پاک ستاں جاکے بس گئے

چھنو خاں. برق بھی. بڑے عاشق مزاج تھے
لیکن. یہ محفلوں سے سدا دُور ہی رہے

انجاؔن بھی تھے جن کی تھی نسبت ہدایتی
مفلوج تھے بس ایک پلنگ تک تھی زندگی

یکتا جہانِ فن میں وہ شاؔد عارفی
اس شاعرِ عظیم کی اللہ زندگی
وہ جس نے زندگی کو عجب ڈھنگ سے جیا
وہ جس نے لمحہ لمحہ نیا زہرِ غم پیا
دستِ طلب. بڑھے تو وہ بازو سے کاٹ دے
وہ آپ اور جناب کو اک تو سے کاٹ دے
صرف اک پلنگ پر ہے کٹی ساری زندگی
خود داریٔ حیات میں آئی نہ کچھ کمی
. برصغیر ہی نہیں یوروپ تلک ہے شاؔد
خود اپنی عظمتوں کی نمایاں جھلک ہے شاؔد
جس کے سخن نے اُردو زباں کو کیا امیر
جس نے جگائے طنز سے سوئے ہوئے ضمیر

احساں مظفر حنفی کا نہ بھولیں گے
وہ کام انہوں نے کر دیا جو ہم نہ کر سکے
اُردو جہاں جہاں ہے وہاں شاد کا ہے علم
اے فخرِ رام پور، تری رُوح کو سلام

رگھو نندن کشور شوقؔ

قانون داں وہ صاحبِ حق صاحبِ سُخن
کرتا ہے ناز آج بھی اُن پر مرا وطن
وہ فارسی کی جاں رگھو نندن کشورِ شوقؔ
وہ نعت ہائے سرورِ عالم کا ان کو ذوق
صد فخر اسمِ شوق مرے لب پہ آئے ہے
دل میں عقیدتوں کے یہ دریا بہائے ہے

آنند کمار جین سرور عرفانی

آنند اِک موحّدِ خوش طرز و راہ تھے
اور وہ مریدِ سیّدِ عرفان شاہ تھے
فاضل وکیل تھے وہ تخلص سرورؔ تھا
اُن کی ہر اِک غزل میں تصوف کا نور تھا
ہر سال اُن کے باغ میں ہوتا تھا ایک جشن
آموں کے ساتھ ساتھ تغزل کا ایک جشن

ہردم سجے بنے صبا افغانی رہتے تھے
اور شعر بھی سجا کے بنا کے ہی کہتے تھے
کچھ اس قدر صبا کے ترنم میں سوز تھا
چھا جاتا سامعین پہ نشّہ سا کیف سا
اُردو جہاں جہاں ہے صبا ہیں وہاں وہاں
ان کا کلام اب بھی ہے اہلِ وطن کی جاں
رہتا تھا ہر گھڑی جو تفنن مزاج میں
شیر و شکر کی طرح تھے سارے سماج میں
فلموں میں جو بھی گیت لکھے کامیاب ہیں
اس زمرۂ سخن میں وہ سب انتخاب ہیں
رحلت پہ ہوش ان کی جو میں نے کہا ہے شعر
ذکر اُن کا ہے اسی لئے نیچے لکھا ہے شعر
"وہ تو بتا رہا تھا کئی روز کا سفر"
"زنجیر کھینچ کر جو مُسافر اُتر گیا"

نعمانیوں میں ایک جناب شکیل تھے
اُن سے بڑے خلیل و جلیل و جمیل تھے
وہ بھی عجیب ان کی غزل بھی عجیب تھی
یارانے دوستانے کے تھی نذر زندگی

ان کا کلام اچھے کلاکار گاتے ہیں
محفل میں سامعین پہ جادو جگاتے ہیں
فلموں میں بھی لکھا ہے جناب شکیلؔ نے
اور کام بھی کیا ہے جناب شکیلؔ نے
کر کے شکیلہ بانو کی بے نور زندگی
سوتے ہیں بمبئی کی وہ باہوں میں آج بھی
کیسا مغنیوں نے ستم ان پہ ڈھایا ہے
اُن کا کلام نام سے اوروں کے گایا ہے
کچھ غزلیں چند شعر تو ایسے بھی ہیں ملے
منسوب ہیں بدایوں والے شکیلؔ سے

حضرت عروجؔ زیدی کا کردار واہ واہ
شاعر بھی خوب نثر نگاری بھی بے پناہ

عروج زیدی

استادِ فوقؔ صرف گھڑی سازہی نہ تھے
فنِ عروض میں سرِفہرست وہ رہے

استاد فوق

علامہ رازؔ پر رہیں یزداں کی رحمتیں
اُن کے قلم کو رب نے عطا کی ہیں عظمتیں

راز یزدانی

ان کا طلسم ہوش رُبا پر بڑا ہے کام
چھپ جائے تو خدا کی قسم ہند کا ہو نام

مُنّے میاں ہمارے لئے میر و داغ تھے
صابر تھے یوں کہ صبر و قناعت کا باغ تھے

منے میاں صابر

لالہ کشوری لکشمی پرشاد خوب تھے
جگدیش بحر ہائے جوانی میں مر گئے

لالہ کشوری لال

ہر دل عزیز اہلِ وطن شاعرِ عوام
ایمن تخلص اور محمد حسین نام
گیسوئے ریختی کو رہے وہ سنوارتے
اِک ماہ نامہ پرچے[۱] کے ایمن مدیر تھے
موصوف اپنی ریختہ گوئی میں طاق تھے
اپنے ہُنر میں یعنی کہ چوبند و چاق تھے
رنگ اپنا محفلوں میں بھی ایمن جماتے تھے
سرکاری محفلوں میں بھی موصوف جاتے تھے

محمد حسین خاں ایمن

۱؎ ماہنامہ 'اصلاحِ وطن' نکالتے تھے

میرے وطن کا حال بھی کتنا حسین ہے
جو خالقِ ادب ہے وہ مہر مبین ہے
اب میں بیان کرتا ہوں ان صاحبان کو
جو شاعری سے کرتے ہیں رَوشن جہان کو

جو سینچتے ہیں اپنے لہو سے زبان کو
قائم کئے ہوئے ہیں جو اُردو کی آن کو
ان میں بزرگ و برتر و اعلیٰ مقام بھی
ان میں جواں ترقی پسندوں کے نام بھی
ان میں بہت سے صاحب دیوان ہوگئے
کچھ وہ جو اپنے عہد کی پہچان ہوگئے
اس وقت سب خدا کے کرم سے حیات ہیں
اُردو کے مسئلے میں سبھی ایک ساتھ ہیں

بابُ سوم

۱۹۷۰ء سے لے کر موجودہ دَور تک کے اساتذہ

و

نوجوان شعراء، نثر نگاران اور گوی حضرات کا تذکرہ

ادب گاہِ
رامپور
۱۹۷۰ء
تا
۱۹۹۶ء
ادب گاہ رام پور

انیسویں صدی سنِ ستّر کا رام پور
بکھرا ہے گلیوں کوچوں میں شعروادب کا نور
تحصیل پر دورویہ دکانوں کے تختوں پر
بیٹھے ملیں گے ٹولیوں میں صاحبِ نظر
ان میں صحافی نثرنگار اور رہنما
شاعر ادیب اساتذہ سب کا ہے بیٹھنا
چلتی ہے چائے، پان بھی گردش میں رہتے ہیں
بحث و مباحثے میں یہ سب لوگ بہتے ہیں
سجتی ہے شتوخاں کی بھی چھت پر اک انجمن
اس بزم میں بھی ہوتا ہے حد درجہ اپنا پن
ایسا نہیں کہ صرف سیاسی ہی آتے ہیں
اس انجمن میں شہر کے شاعر بھی آتے ہیں
چلتے ہیں اختتام تلک پان اور چائے
اک مطمع نظر ہے تو سب کی ہے ایک رائے
ناظم پریس میں بھی ہر اک رات دیر تک
رہتی ہے زندگی کی مہکتی ہوئی کھنک

اس سمت ہے محبّ علی خاں کی انجمن
خانِ کمال اپنوں میں اس سمت ہیں مگن
آگے ملے گی گو بختی عشرت کی مارکیٹ
خالی چبوتروں پہ بنی ہے ہر اک کی بیٹ
خوش فکر نوجوان یہاں روز آتے ہیں
آخیر شب تلک یہاں ہنستے ہنساتے ہیں
ایران جیسا شہر مرا رام پور ہے
خوش لہجہ، خوش نوائی کا ہر سمت نور ہے
جملوں میں لُطف، باتوں میں اک چاشنی سی ہے
ہر ہر قدم خدا کی قسم زندگی سی ہے
اللہ میرے شہر میں امن و امان رہے
اہلِ نظر میں مرکزِ ہندوستاں رہے

اک دائم الخمر ہیں نبی جان خاں بقا
ان جیسا اس زمیں پہ نہیں کوئی دُوسرا
دربار میں تھی پہلے بہت ان کی آبرو
نوّاب رام پور کے رہتے تھے رُو برو
دربار میں یہ روز ہی ہاتھی پہ جاتے تھے
یہ بات خود جنابِ بقاؔ ہی بتاتے تھے

نبی جان خاں بقاؔ

الحاج کرنل جعفر علی خاں اثر حامدی

صد عظمت و جلالتِ شاہانِ رام پور
شاہنشہِ شہانِ دبستانِ رام پور
ناظم کی شان، کلب علی خان کا وقار
شاہان رام پور کے عہدوں کی یادگار
اوصافِ حامدی سے طبیعت رچی بسی
بھائی رضا کے عمِّ شہ مرتضیٰ علی
نوّاب زادہ سید جعفر علی اثر
شہرِ عروض و مُلکِ سخن کے ہیں تاجور
لونڈی ہے ان کے گھر کی ہر اک صنفِ شاعری
ان سے ہی فنِ شعر کی قائم ہے زندگی
تاریخ گوئی میں نہیں ثانی ہے آپ کا
اک ایک شعر حسنِ معانی ہے آپ کا
لکھی طلسم ہوش رُبا جیسی داستاں
چودہ ہیں جس کی جلدیں تو سہل اُردو زباں
یہ طبع زاد، ایسی عجوبہ کتاب ہے
قصوں میں داستانوں میں اِک آفتاب ہے
یہ چھپ گئی تو دُھوم مچادے گی دہر میں
یعنی سمندروں کو سمویا ہے نہر میں
شائع ہوئی تو سارا جہاں جھوم جائے گا
اُردو کا نام ساری زبانوں پہ آئے گا

باغِ ادب کے حق میں یہ رحمت کی نہر ہیں
فخرِ ادب ہیں "فخرِ زباں" فخرِ شہر ہیں
اخلاص کا یہ حال کہ نظریں سبھی ہوئی
اہلِ سخن کے واسطے راہیں سجی ہوئی
اے جان و شانِ مصطفےٰ آباد زندہ باد
اے آن بانِ مصطفےٰ آباد زندہ باد

ماضی سے حال، حال سے مستقبلِ وطن
اک ذاتِ بحرِ علم و ادب مرکزِ سخن
دنیا کے طاق عالموں میں جس کا ہے شمار
یعنی کئی زبانوں پہ ہے جس کا اقتدار
تحقیق جس کے گھر میں پلی اور ہوئی جواں
ہیئت، کہ فلسفہ ہو کہ منطق کی داستاں
اصنافِ شاعری پہ حکومت ہے نثر پر
سات آسمان پار رُکے اس قدر نظر
کتنی جگہ مصنف و ترتیب کار ہیں
تاریخ کے مولّف و آئینہ دار ہیں
رکھتا زبان کاش کتب خانۂ رضا
یا جب بھی لکھا جائے گا افسانۂ رضا

مولانا امتیاز علی خاں عرشی

ہاں اسمِ امتیاز علی خانِ رام پور
عرشی و عرشِ علم و ادب شانِ رام پور
نسلوں کو تا بہ حشر دکھائے گا روشنی
اپنی نگارشات سے بخشے گا آگہی
عرشی کہ اِک قلم کے سمندر کا نام ہے
عرشی جہانِ علم کے منظر کا نام ہے
عرشی جواہراتِ زباں کا خزانچی
عرشی بنامِ حق و حقیقت عقیدگی
عرشی زمیں پہ بارشِ انوارِ آگہی
تہذیب کے فلک پہ ستاروں کی رہبری
اہلِ عرب کے پیشِ نظر ارتقاء نواز
اہلِ عجم کی راہ میں اک نقشِ امتیاز
ہندوستاں سے روس تلک خیر کا پیام
عرشی شرابِ خیر سگالی کا ایک جام
عادت کہ خود اٹھا ہوا دستِ سلام ہے
خصلت کہ شفقتوں سے مرصع کلام ہے
چھوٹوں کو بھی بڑوں کی طرح سے خوش آمدید
رُتبے کا اور نہ مذہب و مشرب کا بھاؤ بھید

گفتار جیسے پھول کھلے اور بکھر گئے
جملے سماعتوں میں صدف جیسے بھر گئے
اخلاق کا خزینہ شرافت کی آبشار
اک جامع الصفات بشر سب کے غمگسار
اللہ ان کے سائے سے رکھنا ہمیں نہال
ایسے کہاں ملیں گے ہمیں صاحب کمال
طرفین سے نجیب، نجیب الدیار ہیں
روہیلوں کا وقار ہیں صد افتخار ہیں
ہے ہوشؔ رام پور ہمہ گیر ہند پر
اور ہند بزمِ دہر پہ رکھتا ہے اک اثر

استادِ ابراہیم علی خانِ رام پور
عالی وقار حضرتِ مہرؔ آنِ رام پور
یعنی امینِ رنگِ فصاحت مآب داغ
شیریں کلام، محفلِ محمود کے چراغ
اردو انہیں کے گھر میں پلی پھر جواں ہوئی
نکلی جو ان کے گھر سے تو عالم کی جاں ہوئی
چرچا ہے شہر شہر میں ان کی زبان کا
جادو چلا ہوا ہے انہیں کے بیان کا

الفاظ دست بستہ ہیں ان کے حضور میں
ان کی زبان بھرتی ہے رنگت بحور میں
جاگا حضور مہر قوافی کا بانکپن
کھولا ردیف شعر نے آکر یہیں دہن
ملحوظ ان کو کتنی نزاکت غزل کی ہے
مقصود کسقدر انہیں چاہت غزل کی ہے

استادِ بدر شمعِ شبستانِ شاعری
معمارِ قصرِ اُردو نگہبانِ شاعری
بیٹے یہ اسمٰعیل علی خانِ صابر کے
فردوسیِ وطن ہیں یہ اپنے کلام سے
دعوٰی ہے میرا ہند کی تاریخ میں نہیں
شخصیت آپ کی ہے جن اوصاف سے بھری
منظوم ادب پہ آپ کے احسان عظیم ہیں
طورِ سخن کے آپ ہی واحد حکیم ہیں
تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے شعر کی
ہر نکہتِ حیات ہے جس میں بھری ہوئی
تفصیل سے عروض پہ بھی اک کتاب ہے
گلزارِ نظم میں جو مہکتا گلاب ہے

تاریخ ہند نظم کی "تاریخ کانگریس
اتنی طویل نظم مگر قافیے ہیں دس
لیکن ہنوز ان کی طباعت نہیں ہوئی
ان کی عوام میں ابھی شہرت نہیں ہوئی
فاضل مقررین میں مختار ذاتِ بدر
ہر بزمِ نثر میں بھی ہے حد درجہ ان کی قدر
ہیں آپ آسمانِ صحافت کی کہکشاں
ہے ان کی رہبری میں سیاست کا کارواں
رونق وطن کی آپ روہیلوں کی شان ہیں
ماضی کی عظمتوں کا دمکتا نشان ہیں
طینت میں جیسے کوئی فرشتہ زمین پر
المختصر کہ ہیں ہمہ اوصافِ اک بشر
میرے وطن میں بدرؔ سے اہلِ کمال ہیں
کیسے ہو شکر جو کرمِ ذوالجلال ہیں

اعجاز کس سے سیدِ ضامنؔ کا ہو بیاں
جو گلستانِ شعر و سخن کا ہے پاسباں
نورِ نگاہِ شاہِ روہیلاں کا ذکر ہے
بحرِ غزل کا، ذوقِ قصائد کا ذکر ہے

نجدِ زبان و شعر کے مجنوں کی بات ہے
اک غالبِ بلاغتِ مضموں کی بات ہے
ذکرِ دبیرِ فطرتِ حسنِ جہان ہے
جوش و سکونِ بحرِ کلام و بیان ہے
صد فخر و ناز حضرتِ ضامن کی ذات ہے
ضامن کی ذات اَدب کے معاون کی بات ہے
کس طرح زندہ ہے یہ کوئی جانتا نہیں
یہ بے حسوں کا شہر اسے پہچانتا نہیں

زینت مرے وطن کی جنابِ جمیل ہیں
لیکن فقط عروسِ غزل کے قتیل ہیں
ان کا سُخن زباں زدِ ہر خاص و عام ہے
ان کا ہر ایک دِل میں بڑا احترام ہے
کہتے ہیں کون رنج سے صحرا کو بھر گیا
کیوں اہلِ دشت کیا کوئی دیوانہ مر گیا
اِک ٹیس اک چھبن ہے جو ہر دل کے پاس ہے
خاک اُڑ رہی ہے رنگِ بیاباں اُداس ہے

حضرت جلیلؔ نعمانی

صد فخر و آبروئے غــزل حضرتِ جلیلؔ
گلزار ہائے خلدِ تغزّل کی سلسبیل
نعمانی ان کے نام کے آگے ضرور ہے
یہ انتخابِ بحر میں میرا قصور ہے
زلفوں کے پیچ و خم لب و رُخسار کی قسم
شوخیٔ چشم نرمیٔ گفتار کی قسم
ان کی غزل کسی کی جوانی کا نام ہے
ان کی غزل شرابِ معانی کا جام ہے
ان کی غزل کا حُسن حجابات میں نہیں
مضمون شعر میں ہے اشارات میں نہیں
ان کی غزل جوان امیدوں کی ہے ترنگ
ان کی غزل حیات کے سینے کی ہے اُمنگ
ان کی غزل نے طور پہ پائی فــرازیاں
ان کی غزل ہے جلوہ گہوں کی حجابیاں
ان کی غزل کا دار سے آغاز ہے سفر
ان کی غزل صلیب کو کہتی ہے جاں نگر
مجبوب ان کا صحنِ گلستاں میں آئے ہے
آنکھوں کی مستیوں کو صبا بھر کے لائے ہے
جب بھی خنک ہوائیں فضا میں بکھر گئیں

آنکھیں سرور ونشہ سے شاعر کی بھر گئیں
تقویٰ جنابِ شیخ کا مے میں بہا دیا
لیجا کے بزمِ جام میں انساں بنا دیا

کہتے ہیں ایک شاخ اگر جل گئی جلے
گلشن میں ڈالی ڈالی نشیمن بنائیں گے

سجدہ کسی امید پہ کرنا خودی کی موت
نورِ وفا کی عشق کی تابندگی کی موت

دیر و حرم حدوث و قدم سے نکل گئے
نکلے جو بزمِ دوست سے نقشے بدل گئے

آئی بہار آتی رہے کیا کمال ہے
مرجھا گئے ہیں پھول جو اُن کا سوال ہے

صد فخر و افتخار پئے ہوش اِن کی ذات
استادِ محترم ہیں مرے قبلہ ذی صِفات
رندی میں بھی امام گئی میکدوں کے تھے
اب یہ کہ عشقِ مولیٰ میں مسجد کے ہو رہے

خدمات کے صلے کا طریقہ نہیں یہاں
فنکار کو نوازنا بے وقت کی اذاں

غم سے ہے ہمیشہ نبرد آزما جلیل
لیکن کبھی نہ سوچی کسی نے کوئی سبیل
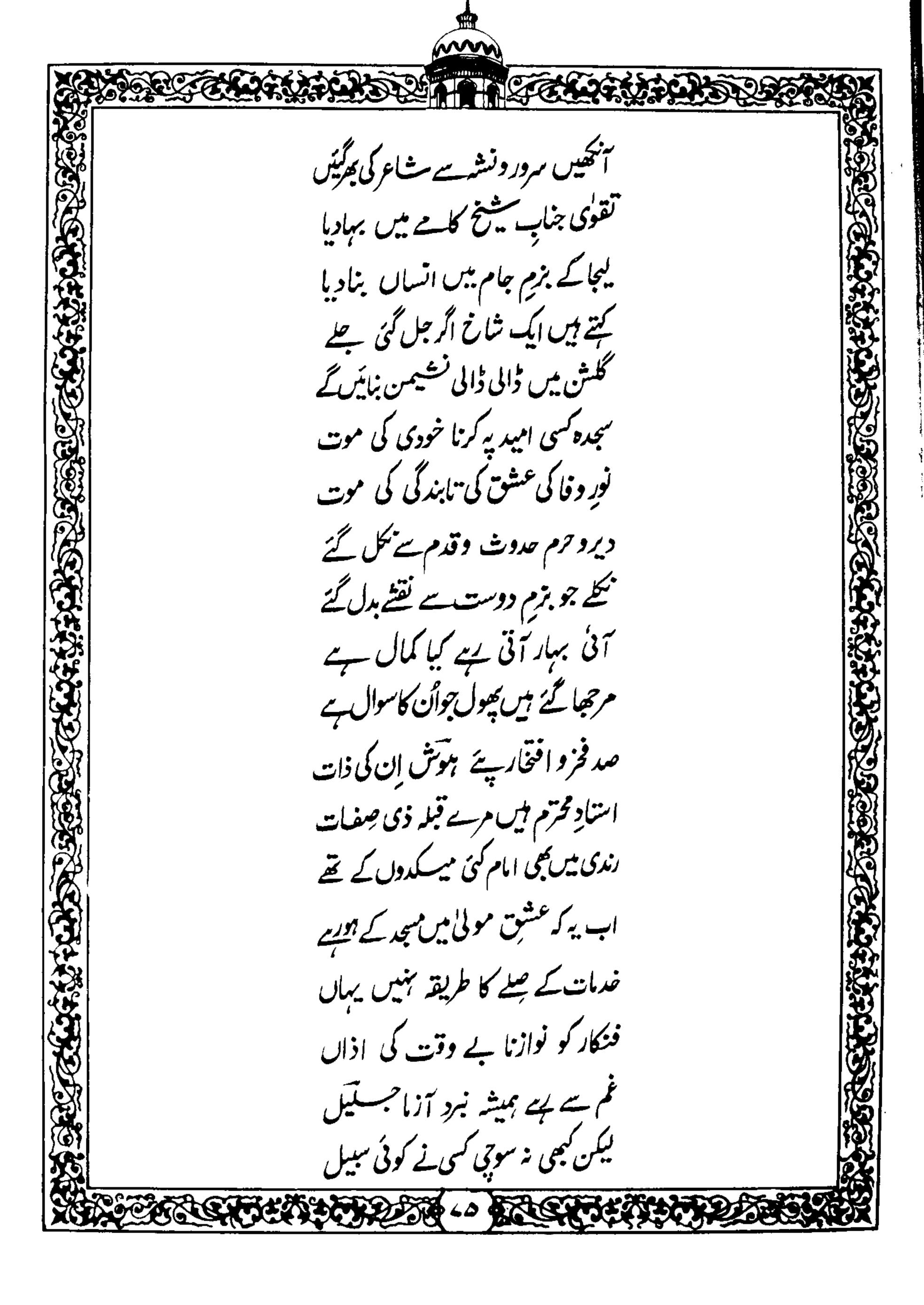
المختصر مصوّرِ فطرت جلیلؔ ہیں
مانی کی انگلیوں کی نزاکت جلیلؔ ہیں
بعدِ جلیلؔ حال غـزل کا نہ پوچھئے
اے اہلِ رام پور ذرا دِل سے سوچئے

عالی وقار حضـرتِ محشرؔ عنایتی
نازاں ہے جن پہ شمعِ شبستانِ شاعری
جن کا کلام مشعلِ ہر راہِ زندگی
جن کا کلام منزلِ عرفاں کی رہبری
شیرینیٔ حیات ہے ان کی زبان میں
جہد و عمل کا درس ہے انکے بیان میں
ان کی غزل خلوص کے پھولوں کی نکہتیں
ان کی غزل وفا و محبت کی رفعتیں
ان کی غزل مسائلِ انساں کا حل لئے
ان کی غزل جہان کے غم کا بدل لئے
امن و سکونِ زیست کا پیغام ہر سخن
ان کا کلام عزم و یقیں کا ہے بانکپن
صف ہائے زندگی میں جہاں انتشار ہے
محشرؔ کے دل پہ رنج و الم کا غبار ہے

محشرؔ عنایتی

گمراہ کاروانِ سیاست جہاں ہوا
محشر کا عزم راہ بری بھی جواں ہوا
غربت کا جس جگہ بھی امارت سے دل دکھا
محشر بپا ہوا ہے قلم کار تیغ اُٹھا
محشر جمالیات کے شاعر ہیں اک طرف
انساں کی نفسیات کے ماہر ہیں اک طرف
اک سمت فلسفے کے جواہر لئے ہوئے
عرفان و جذبِ عشق کے ساغر لئے ہوئے
زلفوں کے پیچ وخم رسن ودار وطور تک
صحرائے تشنگی سے شراب و سرور تک

ممتاز ہر مقام پہ محشر کی ذات ہے
محشر کے ہر سخن میں حیات وثبات ہے
فطرت کا حسن دیکھنے والی نظر ملی
محشر کے ذہن و دل کو نمودِ سحر ملی
محشر کا ذہن حسن کا اِک آبشار ہے
محشر کا سینہ عشق وفا کا دیار ہے
چیتھڑوں میں لپٹے سیم تنوں پر نظر گئی
کچھ اور بھی قلم کی سیاہی نکھر گئی
پگڈنڈیوں پہ کھیلتی الھڑ جوانیاں

کھیتوں میں جنم لیتی مہکتی کہانیاں
دھانوں میں چھیڑ کرتے تھرکتے جواں بدن
گیہوں کی بالیوں سے اُلجھتے ہوئے نَیَن
کومل ہتھیلیوں میں وہ مہدی رچی ہوئی
رنگین چوڑیوں سے کلائی سجی ہوئی
گوری کے مائیکے سے سجنوا کے دوار تک
آغازِ فصلِ گُل سے مکمّل بہار تک
محشر کا گوری نامہ ہے میخانۂ حیات
جامِ رُباعیات میں شہدِ جمالیات
کاغذ پہ جو تراشے قلم سے حسین بدن
محشر کو ہوش کہتے ہیں ہم آزرِ سخن

تاریخ گو جنابِ ضیائے مجدّدی
یعنی کہ سیدھے سادے سے اِک نیک آدمی
تاریخِ مرگ وزیست میں یہ باکمال ہیں
عالی دماغ ہیں بڑے روشن خیال ہیں
تضمین پر کمال جنابِ ضیاؔ کو ہے
اور یہ کمال اپنی جگہ انتہا کو ہے
ہیں پیرزادہ قابلِ صد احترام ہیں
مشہور ہے کہ آپ بہت خوش کلام ہیں

نورمیاں ضیاؔ مجددی

مخلص ہیں نیک دل ہیں بڑے ذی وقار ہیں
ہالے کی طرح ذات کا اپنی حصار ہیں
جثہ نحیف دھیمی بہت دھیمی گفتگو
ارماں نہ شہرتوں کا نہ خواہش نہ جستجو
مشکل سے دیکھے جاتے ہیں بزمِ ادب میں یہ
ہوں بزم میں تو ہوتے ہیں ممتاز سب میں یہ

ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی وقارؔ

افسر بکارِ خاص وقار الحسن وقارؔ
ذی علم، ذی شعور، ادب کا ہیں اعتبار
یہ علمِ ارضیات کے اِک ڈاکٹر بھی ہیں
اور شہرِ نثر و نظم میں یہ با اثر بھی ہیں
ان کے بِنا ہے تشنہ ادب گاہِ رامپور
نور ان کی شمعِ علم کا پھیلا ہے دُور دُور
ہر محفلِ سخن میں بصد شوق آتے ہیں
اپنائیت کے موتی سبھی پر لُٹاتے ہیں
ماضی سے حال تک کا کوئی لے جو جائزہ
مشہور اب ہوا ہے کُتب خانۂ رضا
ہر گام ان کا جذبۂ تعمیر دیکھئے
رُوحِ رضا کے خواب کی تعبیر دیکھئے

افسر بکارِ خاص
رام پور رضا لائبریری

مربوط انہوں نے مشرق و مغرب کو کر دیا
علمی وراثتوں سے ہر اک ذہن بھر دیا
جلسے، علوم و فضل کے وہ منعقد کئے
لائے ہیں ایشیا کی ذہانت سمیٹ کے
کچھ ایسا لائبریری کا نقشہ بدل دیا
سُوکھا ہوا درخت تھا سرسبز ہوگیا
صدیقی ہیں تو صدق کے حامل وقار ہیں
انسانیت سے عشق کے قائل وقار ہیں
ایسے گھُلے مِلے کہ اِسی سرزمیں کے ہیں
لگتا ہے لکھنؤ کے نہیں ہیں، یہیں کے ہیں
جدّت پرست بھی ہیں قدامت پرست بھی
ایمان ارتقا ہے، ہیں رجعت پسند بھی
جذبوں میں اعتدال توازن ہے ذات میں
سنجیدگی کا حُسن بھی ہے بات بات میں
ہر صنف میں جو طبعِ رسا آزمائی ہے
اپنی جگہ فرازِ ادب میں بنائی ہے
تحریر لفظ لفظ ہوں جیسے جواہرات
تقریر جیسے قند میں لپٹی ہر ایک بات

یوروپ میں اپنے علم کا سکہ جمایا ہے
اور ایشیا میں تحفۂ توقیر پایا ہے
یہ میرا رام پور بڑا خوش نصیب ہے
اہلِ زبان و شعر و ادب کا حبیب ہے
اس کے ثبوت میں ہے وقارالحسن کی ذات
بخشی کتب کدے کی عمارت کو بھی حیات
طرزِ جدید سے اسے آراستہ کیا
سامانِ نو سے دفتروں کو خوشنما کیا
کہنہ کتب کی اور حفاظت کے واسطے
اس فن کے ماہرین سے بھی رابطے کئے
افسر بھی ہیں، ادیب بھی شاعر بھی ہیں وقار
اللہ ان کو رکھنا یہیں پر تو برقرار

بزمِ موتی میاں ثروتؔ

مشہورِ شہر حضرتِ ثروتؔ کی ذات ہے
علمِ عروض و فنِ سخن گھر کی بات ہے
موتی میاں کا سلسلہ جس خانداں سے ہے
وہ سلسلہ علیؑ سے رسولِ جہاں سے ہے
پیرِ خلوص، امیرِ محبت، اسیرِ حق
صوفی منش کتابِ عقیدت کے سرورق
سوز و گدازِ عشق سے سرشار ہر گھڑی
بزمِ تصورات ہر اک دم سجی ہوئی
شعر و غزل میں عشقِ حقیقی کی گرمیاں
ذرات راہِ دوست کے صد رشکِ کہکشاں
لیکن اب ان کو گوشہ نشینی پسند ہے
اس طرزِ زندگی پہ ہر اک فکرمند ہے

عابد علی بیگ سحر رامپوری

اب ذکر کر رہا ہوں حقیقت نگار کا
اسرارِ راہِ زیست کے اِک رازدار کا
شہرِ غزل کے ایک صنم گر کی بات ہے
بُت خانۂ سخن کے اِک آزر کی بات ہے
اک کیف سا ہے میرے قلم کو سُرور سا
لفظوں میں چھوڑتا چلا جاتا ہے نور سا

کاغذ پہ ہیں قلم کی روانی کو کیا کہوں
حرفوں میں مُسکراتی جوانی کو کیا کہوں

نامِ سحر کے آتے ہی جھوم اُٹھا ہے قلم
شاعر کے کاروانِ خیالات کا عَلَم

رنگِ سخن زمانے سے جس کا جُدا رہا
آوازِ سازِ وقت کا جو ہم نوا رہا

خونِ جگر سے سینچا ہے جس نے زبان کو
جس نے کہ زور بخشا ہے اُتری کمان کو

جس نے غزل کو زیست کے ہمراہ کردیا
اور اقتضائے وقت سے ہمراز کردیا

جس نے کہ زہر پی کے دیا جامِ انگبیں
جس نے فریب کھا کے کیا وقت کا یقیں

جس نے دیارِ رسم وروایت کو تج دیا
جس نے غزل کو ایک نئی راہ پر کیا

معنیٰ کو لفظ لفظوں کو معنیٰ عطا کیے
فکرِ سخن سے نظم کے دامن سجا دیئے

تاریکیاں ہی اپنوں سے شاعر نے پائی ہیں
جب بھی سحر نے مشعلیں دل کی جلائی ہیں

اک شورہ واہ وا کے سوا کچھ نہیں دیا
دل کا کوئی بھی گھاؤ کسی نے نہیں سیا
ہر آنکھ خوں بہائے گی دل منہ کو آئے گا
لیکن سحر کے بعد سحر پھر نہ آئے گا
حساس طبع شانِ وطن حضرتِ سحر
صدقے نثار تم پہ رہے نخوتِ سحر

ہلال رضوی

اب ذکر ہے ہلالِ ظرافت نگار کا
از شرق تا بہ غرب مزح کے وقار کا
میرے وطن کی گود نے پالا ہلال کو
میرے وطن نے فہم بھی بخشا ہلالؔ کو
مشہور ہند و پاک میں ان کا کلام ہے
رنگِ سخن پسندِ خواص و عوام ہے
اک انقلاب چاہتے ہیں یہ سماج میں
اصلاح چاہتے ہیں جو رسم و رواج میں
مہنگائی، بھوک، بردہ فروشی نہیں رہے
اس نیکیوں کے دیش میں دوشی نہیں رہے
ان کا کلام سینۂ حرص و ہوس پہ تیر
ان کا کلام انجمنِ مہوشاں میں شیر

ان کا کلام کالی تجارت پہ قہر ہے
ان کا کلام فرقہ پرستی کو زہر ہے
ٹاٹا سے التجا ہے میشنوں کو چھوڑ کر
"آٹا بنایئے کوئی ترکیب ہو اگر"
بڑھتی ہوئی گرانی پہ مجبور ہو گئے
انگلش کو چھوڑ ٹھرّے پہ مخمور ہو گئے
چالاک دردِ عشق کا ان کے وہاں اُٹھا
یعنی کہ چارہ گر نے جہاں ہاتھ رکھ دیا
فلیریا سے شاعرِ خبط الحواس تک
بے رہروی کے سینے پہ پڑتی ہے اک دھمک
مُرغ جدیدیت کے پروں کو جلا دیا
سورج کو اس سے چھین کے پردہ اُٹھا دیا
نفرت ہے اہلِ زر سے نہ زینتا سے بیر ہے
ان کی نظر میں دشمنِ افلاس غیر ہے
کہتے ہیں یہ کہ اہلِ امارت کو چاہیئے
ہر مقتدر کو صاحبِ ثروت کو چاہیئے
نادار مفلسوں کو بھی جینے کا حق ملے
کھانے کا حق ملے انہیں پینے کا حق ملے

صحت ادب کی ان کے یہاں برقرار ہے
ان کی ہر ایک نظم و غزل شاہکار ہے

ہادی مصطفےٰ آبادی

ہادیٔ شہر مصطفےٰ آباد کے ولی
ان کے کلام اور قلم میں ہے زندگی
ہادی جدید رنگِ ادب کے امام ہیں
ہر شخص کی نگاہ میں عالی مقام ہیں
اُردو ہے ان کی جان یہ اردو کی جان ہیں
فکر و نظر جوان ہے خود بھی جوان ہیں

شبیر علی خاں شکیب ایڈوکیٹ

اِک کہنہ مشق شاعرِ نازک خیال کو
میں نظم کر رہا ہوں غزل کے جمال کو
خود بھی حسین رنگِ سخن بھی حسین ہے
ہر انجمن میں فیصلۂ سامعین ہے
ہر سُو ہے جن کے خُلق کا چھایا ہوا طِلسم
"شبیر خاں شکیب" علی درمیان اِسم
ماضی سے تا بہ حال عزیزِ وطن شکیب
اک پیکرِ خلوص، محبت چلن شکیب

ہر انجمن کی شمع ہر اک بزم کی ضیاء
خوش فکر، خوش کلام، خوش انداز، خوش ادا
ان کے یہاں غزل کی نزاکت ہے برقرار
الفاظ کی نشست میں ہوتا ہے اک وقار
منہ بولتی ردیف قوافی سجے ہوئے
ہر مبتدا خبر میں معانی رچے ہوئے
تیکھا چلن غزل کی جوانی لئے ہوئے
ہر مصرع شکلِ یوسف ثانی لئے ہوئے
کم گو ہیں صدقے ان پہ مگر زود گوئیاں
بیدار ہیں زبان کی لہجے کی نرمیاں
ہیں علم دوست اہلِ ہنر پر فدا شکیب
ادراک و فہم و عقل و فراست نوا شکیب
تقریریں بھی علم کے دریا بہائے ہیں
ہر گمرہی کو آپ نے رستے دکھلائے ہیں
میرے رفیق دوست مرے غمگسار ہیں
میرے ہی کیا سبھی کے بڑے دوست دار ہیں
تخلیق سے ہے عشق تو تصنیف سے لگاؤ
تالیف کی طرف بھی ہے کچھ ذہن کا بہاؤ

تاریخ بہترین شغف ہے شکیبؔ کا
پڑھنے میں ہوش کیسا گریباں کا جیب کا
وہ گفتگو کہ جس میں لطافت کی نکہتیں!
ایسی زباں کہ جس پہ ہوں قربان مدحتیں
ہر گوشۂ حیات پہ گہری نظر کے ساتھ
تقریر سامعین پہ اچھّے اثر کے ساتھ
ماحول بات بات میں ہو زعفران زار
ہر بے قرار دل کے لئے جو بنے قرار
فطرت نے ان کو کتنا حسیں دل دیا ہے ہوش
لیلئ مہر و خلق کا محمل دیا ہے ہوش
اللہ مزید صحت و عزّت عطا کرے
ہم سب کو اُن کا پیار محبّت عطا کرے
کردار سے، عمل سے، زبان و بیان سے
خادم ادب کے دھن سے ہیں، تن من سے جان سے
قوم و وطن کی بات اگر آگئی کہیں
خود داریاں شکیبؔ کی شمشیر بن گئیں
دام و درم سخن سے بڑھے حضرتِ شکیبؔ
چُپ چاپ منھ کو تکتی رہے راحتِ شکیبؔ

ہمدرد و غمگسارِ وطن ہے دلِ شکیب
پھولوں کا مسکرانا چمن ہے دلِ شکیب
اے میرے شہر مصطفیٰ آباد السلام
قائم رہے گا تا بہ قیامت ہمارا نام
ہم میں ہر ایک شخص وفا کا نشان ہے
ہر شخص اپنی ذات میں ہندوستان ہے

§§

جمال الدین خیال بالاپوری

ہر دل عزیز شاعرِ رنگیں بیاں خیال
ہر شعبۂ حیات میں فکر رواں خیال
خوش وضع، خوش خصال تو خوش بخت و خوش بیاں
خوش طبع، خوش لباس، خوش اطوار، خوش زباں
ہر ذی شعور حاصلِ عقلِ سلیم ہوش
کہتی ہے صبحِ نو کی مہکتی نسیم ہوش
وہ جو عروجِ فن کا جمال و جلال ہے
ہاں ہاں وہی خیال ہمارا خیال ہے
جس صنفِ شاعری میں چلا خامۂ خیال
اہلِ نظر نے دیکھ لئے جوہرِ کمال
نشہ ہے فارسی کا کلام خیال میں
ایران کی شراب ہے جامِ خیال میں

تاریخ اور قصیدوں کے ماہر خیال ہیں
اور فارسی زباں کے بھی شاعر خیال ہیں
اُردو غزل کا رنگ جہاں نے بدل دیا
روئے غزل پہ غازۂ جدت کو مَل دیا
لیکن ولیؔ و داغؔ کی پالی ہوئی غزل
اس دور کے خیال کے دل میں بسی غزل
اک عشق ان کو رسم و رواجِ غزل سے ہے
رغبتاً انہیں روایتی تاجِ غزل سے ہے
ہر شعر ان کا تاجِ غزل سے سجا ہوا
اور ہر غزل میں رنگِ محبت رچا ہوا
مشکل ردیف سخت قوافی پسند ہیں
تاریخ گوئی میں بھی بڑے ہوش مند ہیں
ذرّے میں کوہ قطرے میں دریا سما دیا
اک ایک شعر گنجِ معانی بنا دیا
ہر عصر میں رہے ہیں متصادم معاصرین
خونِ ادب سے سُرخ رہی اُن کی آستین
اس وقت بھی صفِ شعراء میں ہے انتشار
ہر سینہ چاک چاک ہے ہر ایک دل فگار
لیکن ہر ایک بزم کے ہیں معتمد خیال
رکھتے نہیں کسی سے کبھی کوئی کد خیال

ہر رُکنِ انجمن کے دل و جاں خیال ہیں
شاعر سے پہلے نیک اِک انسان خیال ہیں
والد تھے ان کے جانِ زباں شانِ شاعری
ورثے میں ان کو دولتِ شعر و سخن ملی
میرے وطن کو ناز ہے اپنے خیال پر
اہلِ وطن کو رشک ہے اس باکمال پر

◈
◈

آگے جناب حضرتِ واحدؔ کا نام ہے
یہ نام ہوش صدق و شرافت کا جام ہے
لکھتے ہیں اپنے نام کے آگے یہ قادری
ان کو پسند کرتی ہے شاعر برادری
واحدؔ قسم خدا کی فرشتہ صفات ہیں
ہر زہر خو کے سامنے طبع نبات ہیں
کہہ تو دیا رئیسؔ نے ہو کر جگر فگار
انساں ملے تو دولتِ کونین بھی نثار
انساں وہ آکے حضرتِ واحد میں دیکھ لیں
اس خانقاہِ وقت کے زاھد میں دیکھ لیں
اُونچا ہے فخر و ناز سے انسانیت کا سر
میرے وطن کو ناز ہے واحد کی ذات پر
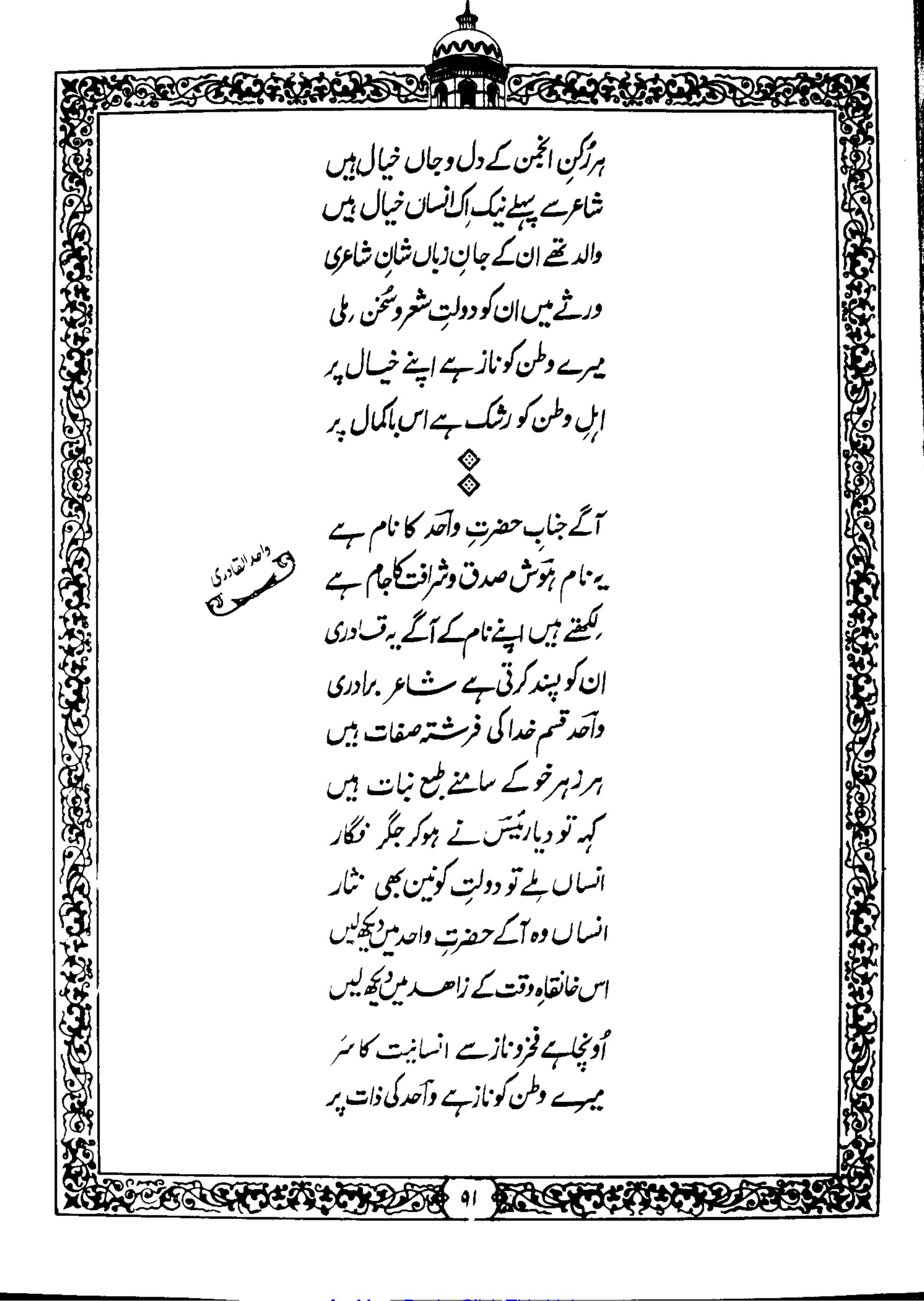
حافظ سبھی اساتذہ فارسی کے ہیں
انداز ان میں پھر بھی بہت سادگی کے ہیں
ازبر ہیں مثنویاں، مسدس بھی حفظ ہے
پدماوتی بھی یاد ہے سب رس بھی حفظ ہے
واحد کا ذہن ہے کہ کتب خانۂ سخن
واحد کا سینہ جیسے کہ کاشانۂ سخن
محبوب پردہ دار ہے غرقِ حجاب ہے
پردہ اٹھے تو فتنۂ صد انقلاب ہے
ذکرِ وفا بھی کرتے ہیں یوں پردہ دار سے
جیسے کہ دل کا حال کسی غم گسار سے
پاکیزگیٔ عشق کو کافی ہے اتنی بات
اس حادثے سے جھوم اٹھے شاعری کی کائنات
ذکرِ رقیب بھی ہے بڑی خوش دلی کے ساتھ
شوخی بھی ہے کہیں بڑی سنجیدگی کے ساتھ
واحد نے ہوش اردو کی راہیں سجائی ہیں
نازاں ہوں میں کہ وہ مرے عم زاد بھائی ہیں

سیماب رنگ ساز صفت ساز بھی تو ہیں
عصرِ جدید و کہنہ کے ہمراز بھی تو ہیں

ذاکت علیخاں ساز سیمابی

بے شک انیسِ اُردو رفیقِ زباں ہیں ساز
ان پر دیارِ علم و فصاحت کے در ہیں باز
پاکیزہ رنگ ان کا مہذّب کلام ہے
ان کا کلام عشق و محبت کا جام ہے
ان کی غزل مجاز و حقیقت کا رُوپ ہے
ان کے یہاں وِصال بھی فرقت کی دُھوپ ہے

❖

نازش نیازی

میرے قلم کے چہرے پہ اک زندگی سی ہے
لب پر جو نام حضرتِ نازش نیازی ہے
نازش کہ شعر فہم سخن سنج ، نکتہ داں
نازش نیاز و نازِ ادب ، صاحبِ زباں
شاعر بھی بے مثال ہے انساں بھی بیمثال
نازش خود اپنی فطری سعادت کا ہے جمال
نازش کا ذہن جام ہے ، رنگیں شراب کا
نازش کا دل گلاس ہے زم زم کے آب کا
لفظوں کے لب سے مُہرِ خموشی کو توڑ کر
نازش سجا رہا ہے غزل دل نچوڑ کر
نازش غزل کے روپ میں دریا کی موج ہے
نازش جہانِ شہر میں رفعت ہے اوج ہے

اپنا قلم جو شوقؔ اثری کی طرف چلا
میرے دماغ و دل میں چلی لفظوں کی ہَوا
ماحول میں دھنک کے سبھی رنگ بھر گئے
کاغذ پہ حرفوں لفظوں کے موتی بکھر گئے
یکساں کئی زبانوں پہ جس کو عبور ہے
جو اپنی زود گوئی کا رَوشن شعور ہے
قطعہ رباعی نظم و غزل اور چہار بیت
سچ ہے کہ وہ جو چاہیں تو لکھدیں ہزار بیت
محفل میں فی البدیہہ یہ اشعار کہتے ہیں
اک بار ہی نہیں یہ ہر اک بار کہتے ہیں
فنِ عروض میں بھی مہارت ہے شوقؔ کو
ہر صنفِ شاعری سے محبت ہے شوقؔ کو
شاگرد اس قدر ہیں کہ گنتی نہ کچھ شمار
بعض ان میں ہند و پاک میں بھی پاگئے وقار
اِن کے قلم کی زد میں ہے دیہی سماج بھی
"میلہ" پرانی نظم جو تازہ ہے آج بھی
چھوٹی نشستیں ہوں کہ ہوں کل ہند محفلیں
ممکن نہیں کہ شوقؔ سے "میلہ" نہیں سنیں

چھوٹوں میں چھوٹے اور بڑوں میں بڑے ہیں شوق
اخلاق میں بلند ہمیشہ رہے ہیں شوق
احباب سے خلوص تو یاروں سے التفات
اپنوں سے تول ناپ کے کرتے نہیں ہیں بات
حد درجہ نیک سیدھے سے سچے پٹھان ہیں
دیکھو تو عمر دار، سنو تو جوان ہیں

رئیس رامپوری

ماہِ زباں رئیسِ سخن حضرتِ رئیس
از سنگ تا بہ گنگ رہی شہرتِ رئیس
روئے وطن کیا ہے اجالا رئیس نے
بھولے ہوؤں کو یاد دلایا رئیس نے
ہندوستاں میں اب نہیں ایسا کوئی مقام
پہنچا جہاں نہیں ہے رئیسِ غزل کا نام
الفاظِ سخت کی متحمل غزل نہیں
کیسے درِ زبانِ ادق پر جھکے جبیں
بس وارداتِ قلب ہے ہر مصرعۂ رئیس
ہر ہر غزل ہے سینوں کی دھڑکن، دلوں کی ٹیس
اک ایک لفظ شعر میں موتی چُنے ہوئے
تاروں سے جیسے رات کے آنچل بُنے ہوئے

فطرت میں بے پناہ سعادت رچی ہوئی
آنکھوں میں التفات و مروت بسی ہوئی
ہنگامے مجلسیں ہیں پسندِ دلِ رئیس
ہر محفلِ فنونِ لطیفہ کا ہے انیس
بزمِ چہار بیت کہ ہو محفلِ سماع
آمد پہ ہو نشست کہ ہو محفلِ وداع
موسیقئ جدید و کہن کی سبھا سجے
ہوں مہتمم رئیس تو شب بے طرح جگے
میرا قلم جو خوفِ طوالت سے رک نہ جائے
نامِ رئیس پر یہ محبت کے گل کھلائے

صغیر خاں صغیر رامپوری

ذاتِ صغیر ہو نظر انداز کس طرح
روکوں میں اپنے ذہن کی پرواز کس طرح
تصویر ہیں خلوص کی اپنے صغیر بھائی
فطرت میں اُن کی خُلق و مروت ہے انتہائی
حد درجہ بذلہ سنج بھی ہیں حضرتِ صغیر
بے طرح زود رنج بھی ہیں حضرت صغیر
جس بزم میں صغیر ہوں باغ و بہار ہے
پروانہ وار ان پہ ہر اک ان کا یار ہے

محدود ان کا حلقۂ یاراں سہی مگر
ہر قدر دانِ شعر کی اُن پر رہی نظر
ان کو حسِ لطیف بحدِّ اَتم ملی
ان کی غزل حیات سے اکثر بہم ملی
ان کے لئے ہے اہلِ سخن کا یہ فیصلہ
ہے امتزاج رنگ جدید و قدیم کا
اک ایک لفظ ان کے یہاں ہے جچا تلا
ان کا ہر ایک شعر ہے آورد سے سجا
آمد بھی ہے کہیں تو بڑی احتیاط سے
گل ہائے فکر سے سجی شعری بساط سے
شہرت کی آرزو نہ تمنائے داد ہے
بس خاطرِ صغیر محبوں میں شاد ہے
اُردو کے جاں نثار، رفیقِ ادب صغیر
میرے وطن کی نام وری کا سبب صغیر

اے میرے رام پور مری جنتِ سُخن
ہر دور میں نکھرتا رہا ہے ترا چلن
ہر ہر قدم ہے غنچہ و گُل سے سجی ہوئی
زرخیز کس قدر ہے زمیں رام پور کی

اِک چند سالہ صاحبِ دانش پہ کیا لکھوں
تصویر اس کی کاش میں کاغذ پہ کھینچ دوں
میں کیا ہوں سارے شہر پہ حیرت سی چھائی ہے
اس نے جو دھاک بزمِ سخن پر جمائی ہے
ذرّوں میں آفتاب کی کرنیں سمیٹ کر
اُردو زباں کو بخشی ہے اس نے نئی سحر
یہ ہے بقائے اُردو زباں کا ضمانتی
اس نوجواں کا نام ہے اظہرؔ عنایتی
اظہر کے رنگِ نو سے جو اظہر بہار ہے
صد سالہ کہنہ مشقِ سخن شرمسار ہے
وارفتگانِ عشق کا اظہر ہے ترجماں
ہر شعر اس کا اہلِ دل و جاں کا ہے جہاں
اس کے یہاں نمود و نمائش سے ہے گریز
اس کے یہاں روایتی بندش سے ہے گریز
بند و قیود میں بھی ہے آزادیاں لئے
الفاظ کی نشست میں فنکاریاں لئے
چھلکا رہا ہے شعروں میں دل کی شراب کو
غزلوں میں ڈھال دیتا ہے ظالم شباب کو

اس کے یہاں غزل کا ہے انداز ہی نیا
نغمہ نیا، ترنگ نئی، ساز بھی نیا
اظہر یہ کہہ رہا ہے کہ اے دوستو سنو
رہبر سے اب نشانِ قیادت کو چھین لو
ہر دستِ رعشہ دار کو حق جام کا نہیں
آغاز کا خیال ہے، انجام کا نہیں
پھولوں سے جو لدے ہیں گُلو وہ یہ سوچ لیں
جو ہاتھ باغباں کے گریبان تک اُٹھیں
کہتا ہے ظلم و جور کا پنجہ مروڑ دو
جو ہاتھ تم پہ اٹھتا ہو وہ ہاتھ توڑ دو
انسانیت کے نام پہ مِٹ جاؤ دوستو
دینِ سکون و امن کو پھیلاؤ دوستو
خود داریٔ حیات پہ جاں نذر، دل نثار
اظہر کی آنکھ غم سے نہیں ہوتی اشکبار
اظہر عنایتی ہے نئی نسل کا امام
اظہر جہانِ شعر میں رکھتا ہے اک مقام
پروازِ فکر قوتِ تخلیق کی قسم
بزمِ جہاں پہ چھائے گا اظہر ترا قلم
اے ہوش میرا شہر کہ ہیروں کی کان ہے
بھارت کی جان ہے مرے بھارت کی شان ہے

منولال شرما عارفی ایڈوکیٹ

سادھو نہیں ہیں سادھوؤں جیسے ہیں منّولال
اُردو زبان کے پڑھے لکھے ہیں منّو لال
ان کی غزل بھی خود بھی یہ حقدارِ داد ہیں
اچھے بھلا یہ کیوں نہ ہوں شاگردِ شاد ہیں
کچھ شعر تو زباں زدِ ہر خاص و عام ہیں
شرما ہمارے شہر کا اِک خاص نام ہیں

حکیم مسیحا نظامی

ہے اس طرح مسیحا نظامی کا تذکرہ
شاعر، حکیم، ادیبِ عوامی کا تذکرہ
آساں زباں کلام بلاغت نظام میں
اظہار حکمتوں کا ہے ان کے کلام میں
بے حد خلیق، ہیں بڑے اچھے ہیں میزباں
بیٹھک ہے ان کی گذری روایات کا نشاں
شائستگی، شگفتگی سادا مزاجیاں
دھیمے کھنکتے لہجے میں جادو بیانیاں
حکمت ہے دن میں رات کو ہوتی ہے شاعری
تکتی ہے ان کو گردشِ دوراں کھڑی کھڑی
گھر سے نہیں نکلتے مگر شہر پر نظر
ہر کوچہ ہر گلی کی مسیحا کو ہے خبر

اک فرد جو ادیب ہے شاعر حکیم ہے
اللہ! تو کریم و غفور الرّحیم ہے

۷۸۶

ذوقی رامپوری

ذوقی کو ہے روایتی رنگِ غزل پسند
لہجے میں اِک مٹھاس سی الفاظ میں ہے قند
شعروں میں تازگی ہے لطافت ہے نور ہے
ان کی غزل خمار ہے نشہ سُرور ہے
ہجر و فراق حسن و محبت وفا جفا
راہی و راہ زن و سالارِ قافلہ
ذوقی میاں کی غزلوں کی بنیادیں ہیں یہی
ذوقی انہیں ذریعوں سے چھوتے ہیں زندگی
محفل میں خود یہ پڑھتے نہیں ہیں کبھی غزل
ہے اک جوان فوقی لتا کا جو ہے بدل
پڑھتا ہے جب وہ ذوقی میاں کے کلام کو
لیجاتا ہے فلک پہ وہ دادِ عوام کو

قیصر شاہ خاں استاد رامپوری

استاد رامپوری کا لکھنا ہے مجھ کو حال
طنز و مزاح میں نہیں جن کی کوئی مثال
بعداز ہے شاد عارفی طنز و مزاح نگار
استاد رامپوری تخلص سبھی کا یار

قیصر ہے نام قیصری اس کا کلام ہے
شمشیر اس کا ذہن ہے اور بے نیام ہے
کتنا ہی کیوں نہ کوئی بڑا ہو، امیر ہو
صوفی ہو خانقاہی کہ محفل کا پیر ہو
طاقت میں کوئی شیر ہو رستم ہو سام ہو
نیتاؤں کا کہ شاہ کدوں کا غلام ہو
وہ چاک پردہ نام نہادوں کا کرتا ہے
اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرتا ہے
استاد زود گوئی میں رکھتا نہیں جواب
اس کا ہر ایک شعر ہے دنیا سے احتساب

یکتا ابو المجاہدِ زاہد کا ہے کلام
درسِ خودی و درسِ خود آگاہیِ تمام
عمر اپنی ساری درس گھوں میں گذار دی
کی صرف علم و فضل لُٹانے میں زندگی
وہ شاعری کہ روشنی ایمان کو ملے
اک سیدھی سچی رہگذر انسان کو ملے
ہر ہر قدم شریعتِ مرسل کا پاس ہے
لب پر ولائے آلِ محمدؐ کی پیاس ہے

نعت و قصیدہ، منقبت و مرثیہ، سلام
قطعہ رباعیات و غزل نظم میں ہے نام
اب بھی کئی رسالوں کے اعلیٰ مدیر ہیں
زاہد قسم خدا کی ادب کے دبیر ہیں

موج اپنا ہوش یعنی محمد علی میاں
ہنستا ہنساتا راتیں جگاتا یہ نوجواں
تخلیق کار شاعر خوش طرز و فکر ہے
ہر بزم و انجمن میں محبت کا ذکر ہے
شاعر یہ ابتدا میں ہی مشہور ہوگیا
آنکھوں کا سارے شہر کی یہ نور ہوگیا
اللہ نے علم و فضل کی دولت بھی دی اسے
احباب کی رفاقت و چاہت بھی دی اسے
مستقبل اس کا ہوش بڑا تابناک ہے
فطرت بھی صاف ستھری ہے طینت بھی پاک ہے
اشعار میں خلوص کی خوشبو بسی ہوئی
غزلوں میں زندگی کی حقیقت رچی ہوئی

طالب رام پوری

طالب جدید رنگِ طبیعت لئے ہوئے
آیا رہِ سخن میں ذہانت لئے ہوئے
ہر غم کو کر دیا ہے غمِ زندگی کے ساتھ
کاغذ پہ دن بنا کے اُتاری سیاہ رات
غم کو مسرتوں کی طرح جھیلتے ہوئے
طالب چلا ہے حادثوں سے کھیلتے ہوئے
وہ نوجوان جس پہ بزرگوں کو ناز ہے
ہم عصروں کو ہے رشک تو اپنوں کو ناز ہے
الفاظ شاعری کو نئے بخشتا چلا
اُردو کو خونِ دل سے سدا سینچتا ہوا
طالب کتابِ اُردو کا رنگین باب ہے
طالب جدید ادب کا نیا آفتاب ہے

برق زیدی

اب تذکرے میں صاحبِ دل برق آگئے
کاغذ پہ فصلِ گُل کی طرح آکے چھاگئے
شاعر بھی ہیں صحافی بھی مضمون نگار بھی
گذری اسی میں زندگی آگے بھی گذرے گی

محمد حسن خاں
عرف بھوندو خاں صائبؔ

صائبؔ بزرگ اہلِ سخن نام بھوندو خاں
گھڑیوں کی یہ دکاں شعرا کا ہے اک جہاں
خوشیوں کا ہے نہ رنج و محن کا ہے تذکرہ
دن بھر یہاں پہ شعر و سخن کا ہے تذکرہ

گل نبیر خاں دل عارفی
★★★★★★★

دل عارفیؔ کہ شاعرِ خوش فکر و باشعور
رہتا ہے یہ تصنع، بناوٹ سے دور دور
اردو زباں میں بھی یہ حقیقت نگار ہے
ہندی کی شاعری بھی بڑی پُر بہار ہے
سب سے الگ ہے سب سے جُدا اس کی زندگی
یہ خود ہی اپنی شمع ہے اور خود ہی روشنی

★

محمد اشتیاق میاں ہوش نظامی

ہے باوقار ہوشؔ نظامی کی ذات بھی
ان کا قلم ہی صبح بھی ہے دن بھی رات بھی
شاعر ہیں اور اچھے مدبر و صحافی ہیں
ہم رند مشربوں کی یہ شاید تلافی ہیں
فرصت ملے تو شعر کہیں شاعری کریں
اخبار "قومی جنگ" سے ملے جو کچھ بچیں

بہار تسلیمی

"صد فخر مجھ کو ہوش" مرے دوست ہیں بہار
ملنے پہ ان سے ملتا ہے دل کو مرے قرار
تاریخ گوئی کا جو ہنر ہے بہار میں
یہ بات اک اضافہ ہے ان کے وقار میں
صحنِ غزل میں وقت کے یہ گُل کھلاتے ہیں
اشعار میں زبان کے دریا بہاتے ہیں
تسلیم اہلِ شہر کو ہیں شاعرِ بہار
عزت ہیں آبرو ہیں وطن کا ہیں افتخار
روماں ہے خلوص و محبت ہے شاعری
تعمیر ہے تو باعثِ عزت ہے شاعری
ٹوٹے کو جوڑ دیتی ہیں غزلیں بہار کی
حق کی طرف ہی جاتی ہیں راہیں بہار کی

ساتھی عارفی

ساتھی کی دوستی پہ بڑا مجھ کو ناز ہے
ساتھی کی شخصیت ہی بڑی دلنواز ہے
ساتھی بساطِ شاعری پر اک ستون ہے
ساتھی غزل کے نجد میں پھیلا جنون ہے
ساتھی کی شاعری میں جو ہے طنز کی رمق
وہ آسمانِ شعر پہ ہے حسن کی شفق

ساحقی کا جو ادب ہے برائے حیات ہے
ساحقی کی شاعری میں نوائے حیات ہے

سید سعید حضرتِ رامش پہ کیا لکھوں
پرہیزگار متقی و نیک دِل کہوں
اک پاکباز پاک سرشت اور پاک خو
نسبت کے میکدے میں جو ہے حاصلِ سبو
ہے قادری تو قادریت اس کے ساتھ ہے
اس کی تو دوپہر بھی ہمیں چاندرات ہے
اس کے یہاں مجاز حقیقت کا رنگ ہے
اس کے جنوں کے سامنے تو عقل دنگ ہے
وجدان وکیف ومستی و سرشاریٔ حیات
رامش کی ہر غزل میں ہے بیداریٔ حیات
شامل ہیں حمد ونعت میں اس کی عقیدتیں
انسانیت کی ہوتی ہیں غزلوں میں چاہتیں

اللہ مرے قلم کو توانائی بخش دے
جو دورِ نو کے دوار کا کچھ ذکر کر سکے
نسلاً پٹھان نسبتاً آفریدی ہیں
شعر وسخن میں آپ مکمل جدیدی ہیں

مجموعۂ کلام کا 'ویرانیاں' ہے نام

جس کا ہے سارے شہر میں اک خاص احترام

ویرانیاں کے ساتھ بھی ہے ایک داستاں

مالک تھے پہلے اس کے مسرت حسین خاں

کچھ اعتراض دوّر کو تھا پیش لفظ پر

آزاد لکھ چکے تھے حقیقت تھی جس قدر

آخر کو آفریدی لہو جوش کھا گیا

چھپوا کے بارِ دوم اُسے اپنا بنالیا

زیرک ہیں، ہوشمند بڑے ہوشیار ہیں

المختصر کہ دوّر بڑے ذی وقار ہیں

اس عصر میں جناب دواکر سازو د گو

اُردو کے حق میں فال ہے اک نیک ہمدمو

اک نامور صحافی و شاعر ادب نواز

راہیؔ کہ ہوش واقفِ رازِ نیاز و ناز

ہندی ادب سے ان کو کبھی تھا بہت لگاؤ

ہندی عروس کرتی تھی ان کے لئے بناؤ

اُردو نے اِن پہ پیار سے ڈالی جو اک نظر

ذہن اور دل پہ اُن کے ہوا خوشگوار اثر

دواکر راہی

رنگین دل لطیف تھا احساس آپ کا
نظروں کو تھی تلاش کوئی حُسنِ جانفزا
راہی کوی سے آگئے شاعر کے روپ میں

اردو زبان و شعر کے ساحر کے رُوپ میں
ناول لکھے فسانے لکھے گیت بھی لکھے

ہندی ادب سے مدّتوں یہ مُنسلک رہے
اُردو زباں نے راہی کو وہ مرتبہ دیا
مہرآسمانِ ہند کا ان کو بنا دیا

❋

میرے قلم پہ کس کا جنوں چھا گیا ہے ہوش
یہ آج کس کا نام حسیں پا گیا ہے ہوش
تخلیق کس کی یہ اثر انداز ہو گئی
کس کی ادائے شعر و سُخن اس کو بھا گئی

یہ آج کس کے شعر و ترنم کا ہے شہید
کس کی زبان و طرزِ تکلم کا ہے شہید
کھینچا ہے نقشہ سینۂ قرطاس چیر کر
آذر سمجھ کے خود کو ہوا ہے خمیدہ سر
کس کا حسین نام اُبھارا سرِ ورق
شاعر کے ذہن و دل پر بھی چھانے لگی شفق

نیلم کشور آرا شبنم ایڈوکیٹ

تخئیل کے گلوں پہ بھی شبنم بکھر گئی
تحسین کی صداؤں سے محفل نکھر گئی
حسنِ سخن سراپا غزل شوکتِ زباں
یعنی کہ آسمانِ تغزل کی کہکشاں ہے
شبنم کہ جس کے شعروں میں پھولوں کی نکہتیں
شبنم غزل میں جس کی محبت کی رنگتیں
جس کا کلام صرف محاکات و واردات
جس کا کلام فرقت و وصلت کے واقعات
سنگم نشاط و غم کا ہے ان کے کلام میں
شامل ہے مسکراتی سحر ان کی شام میں
ہر شعر ان کا تلخ حقائق کا ہے امیں
ہر لمحہ ایک حادثۂ غم کا ہے یقیں
ان کے یہاں ہیں عشق کے معنیٰ جُدائیاں
ان کے یہاں ہے برف کا مفہوم گرمیاں
ان کے یہاں خیال کی رعنائیاں بھی ہیں
ان کے یہاں جمال کی پرچھائیاں بھی ہیں
فقدان فلسفے کا تصوف کا زور ہے
ان کے یہاں فراق کی گھڑیوں کا شور ہے

ان کی غزل، غزل کے معانی لئے ہوئے
فرقت کی اک طویل کہانی لئے ہوئے
لہجہ سُبک خیال حسیں، چُست بندشیں
شبنم بساطِ شعر میں بھرتی ہیں رنگتیں
بیگم کا نام بزمِ سیاست میں ہے بُلند
اور نام کشور آرا ہے سب کی ہیں دردمند
مشہور ادب میں آپ ہیں شبنم کے نام سے
لیتے ہیں نام اہلِ زباں احترام سے
ممبر اسمبلی کی رہیں، اب وکیل ہیں
ہر بے سبیل کے لئے شبنم سبیل ہیں

اظہر جمیل خاں اظہر نعمانی

زلفِ غزل کا سایہ جو نعمانیوں پہ ہے
تخلیق ایک ایک کی جولانیوں پہ ہے
اظہر کہ اک تصادمِ حسن اور عشق ہے
اظہر کہ نغمہ ہائے غزل کی جوان لَے
شاعر عم و پدر ہیں برادر ادب شناس
اظہر کہ اک کتابِ ادب کا ہے اقتباس
وہ کہہ رہا ہے سینے سے نکلی ہوئی صدا
آنکھیں جو دیکھتی ہیں وہی شعر کی ادا

کیفیتِ شباب و جوانی ہے شعر میں
شاعر کے اپنے دل کی کہانی ہے شعر میں
اظہرؔ سمو کے شعر میں ہر غم کی دھوپ کو
اظہرؔ نکھارتا ہے اُمیدوں کے رُوپ کو
اک بات میں کئی کئی پہلو نکالنا
اظہرؔ کو خوب آتا ہے لفظوں کو ڈھالنا
برجستگی میں اس کو لحاظِ مناسبات
اظہرؔ سے جھینپتی ہے عروس لسانیات
دِل کو تلاشِ حُسن نظر نقد سے بھری
پُر ہے مئے دو آتشہ سے جامِ اظہرؔی
جملوں میں قہقہوں کے ہیں طوفاں بسے ہوئے
لفظوں میں زندگی کے حقائق رچے ہوئے
اشعار میں اُمنگ مچلتی جوانیاں
اس مبتدی پہ ہوش فِدا کہنہ مشقیاں
اظہرؔ خلوص کار محبت پرست ہے
اظہرؔ کو جو ملا ہے اسی میں وہ مست ہے

اکبر علی خاں وہ ہیں کہ جو عرشی زادہ ہیں
یہ فارسی زباں کے بھی ماہر زیادہ ہیں

عرشی زادہ اکبر علی خاں

شہرِ غزل میں اعلیٰ ترین ان کا ہے مقام
ہے کوہِ نور ادب کے خزانے میں ان کا نام
وہ علم و آگہی کہ زمانہ نظر میں ہے
نام ان کا ہر جریدۂ فن کی خبر میں ہے
کرتے رہیں تجربات غزل میں نئے نئے
لیکن سدا یہ غرقِ کتب خانہ ہی رہے
ہندوستان ہی نہیں دُنیا میں نام ہے
ہوش ان کی عظمتوں کو ہمارا سلام ہے
ایسا نہیں کہ ان کو ہے کچھ علم پر غرور
بزمِ سخنور ان سے جو رہتے ہیں دُور دُور
اپنے وقار کا جو تحفظ نظر میں ہے
ان کا جہان قلعے میں یا اپنے گھر میں ہے

حضرت محمد احمد کاوش پٹھان ہیں
سنجیدگی و سادگی کی ایک شان ہیں
ہر اہلِ علم سے انہیں رغبت ہے پیار ہے
ان کا تمام شہر میں اعلیٰ وقار ہے
یعنی پچاس سال کی بنیادِ شاعری
اے ہوش بے مبالغہ کاوش کی زندگی

محمد احمد خاں کاوش

ادب گاہِ
رام پور
ہوش نعمانی

بددل معاصرین کی چشمک سے ہو گئے
رہتے ہیں اب نشستوں سے بھی کچھ لئے دیئے
دلچسپیاں مگر وہی شعر و ادب سے ہیں
ہر اچھے شعر پر یہ بڑی داد دیتے ہیں

ڈاکٹر فرید صدیقی

اک پیکرِ خلوص و وفا ڈاکٹر فرید
رنگِ سخن پرانا مگر شعر ہیں جدید
زیرک ہیں کہنہ مشق ہیں اور باشعور ہیں
نزدیک شاعری کے ہیں محفل کا نور ہیں
ہر شخص ان کا دوست ہے یہ سب کے یار ہیں
یہ اپنی ذات میں بڑے باغ و بہار ہیں
ہم عصروں میں ہر ایک کی رکھتے ہیں یہ خبر
ہر شاعر و ادیب کا یہ جانتے ہیں گھر
نظم و قطعہ، رباعی، غزل خوب کہتے ہیں
موضوع کی تلاش میں دن رات رہتے ہیں
جو دیکھتے ہیں بس وہی کہتے ہیں شعر میں
لفظوں کے ساتھ خود بھی یہ بہتے ہیں شعر میں
کوئی نہ کوئی بات نئی کہتے ہیں فرید
کچھ شعر تو خدا کی قسم ہیں بڑے جدید

ان کا کوئی رقیب نہیں سارے شہر میں
سب کے ہیں پیارے سب کے دُلارے ہیں شہر میں

بُرش اور قلم پہ حاوی شہنشاہ صابری
کاغذ پہ کینوس پہ کرے ہے جو آزری
رکھتا ہے تیز تیز قدم اپنی زندگی
سوچی ہے خوب سمجھی ہے، پرکھی ہے زندگی
سب کچھ لٹائے رہنے کو تیار ہر گھڑی
لیکن بچائے رکھتا ہے ہونٹوں کی وہ ہنسی
سچ اس کی شاعری کا ہے ایماں حقیقتاً
افلاس کو وہ دیتا ہے الفاظ کا کفن
دشمن قنوطیت کا عمل کا وہ یار ہے
بس اس کی شاعری کا یہی تو شعار ہے
کہنہ روایتوں پہ ہو جیسے نیا محل
اے ہوش دیکھ یہ ہے شہنشاہ کی غزل
اپنے سے جو بڑا ہے اُسے سر بٹھائے ہے
عزت دے دوسروں کو تو خود کو گھٹائے ہے

اپنے وطن میں مضطرِؔ بہزادی بھی تو ہیں
ہیں باخبر کہ بے خبری سے بری تو ہیں

ناظم ہیں، قومی جنگ میں کرتے رہے ہیں کام
اخبار ان کا اپنا بھی ہے جانے کیا ہے نام
سنتے ہیں فلمی دنیا سے بھی منسلک رہے
افسانے بھی لکھے ہیں کئی گیت بھی لکھے
مضطر کی شاعری میں روایت پسندیاں
بھاتی نہیں ہیں آپ کو جدت پسندیاں

مالک غبارِ راہ کے رہبر ہیں ڈاکٹر
ان کا ہے شاعری سے صحافت تلک سفر

رہبر ہیں ایک اور جو الماسی لکھتے ہیں
کاتب بھی خوب ہیں غزلیں بھی لکھتے ہیں

بھائی کلیم طوری کا واللہ کیا جواب
اس درجہ صاف گو ہے کہ جیسے کھلی کتاب
سیدھے صحافی سچے ہیں شاعر کلیم خاں
ہونٹوں پہ اک تبسمِ خاص اِک ادا عیاں

سلطاں نظامی صاحبِ دل صاحبِ نظر
پڑھتے ہیں خوب اِن کا ترنم ہے پُر اثر

پیر اطہر القادری

اطہر بڑے بزرگ ہیں نسبت ہے قادری
ہے ان کی شاعری میں تصوف کی چاشنی

قمر شمسی

حضرت قمر ہیں شمسی تغزل کی دھوپ ہیں
یہ اپنے چہرے مہرے میں غالب کا روپ ہیں

ہاشمی رامپوری

نوحہ گری میں ہاشمی یکتائے روزگار
دل اس کا مدحِ آلِ محمدؐ میں بے قرار

محمود میاں نجمی

گدی نشیں زیارتِ خرمہ کے ہیں نسیم
ان کی غزل میں حبِ بزرگاں کی ہے شمیم

ساغر جیلانی

میرے قلم کو ساغر جیلانی چاہیئے
اُردو کے گلستاں میں گل افشانی چاہیئے
ساغر غزل کو ایک نیا موڑ دیتے ہیں
آجائے کوئی لفظ ادق چھوڑ دیتے ہیں

مفاضل الحق مہری

قرطاس پر مفاضلِ حق مہری کا ہے نام
کرتے تھے جن کا دل سے وطن والے احترام

یکدم قلم کی زد پہ کچھ ایسے ہی آ گئے
معنیٰ کی طرح لفظوں میں جیسے سما گئے
سنجیدہ ہوں تو سنگ کی جیسے چٹان ہو
ہنس دیں تو جیسے بکھرا ہوا زعفران ہو
جملہ کہ جیسے مصرعہ ہو مع مبتدا خبر
چپ ہوں تو ایک راز نظر آئیں سَر بسَر
اشعار جب پڑھیں تو سماعت شکر شکر
مفہوم وہ کہ سامع کے دل پر پڑے اثر
اوصاف میں فرشتہ طبیعت میں آدمی
گفتار قند قند تو لہجے میں دل بری
اردو میں طاق ہیں عربی کے ہیں منتہی
آنکھوں میں عقل و فہم و تدبر کی روشنی
مہری بڑے ہی صاحبِ دل صاحبِ نظر
رہتے ہیں زندگی کے مراحل سے باخبر

گلریز شاہ زادۂ شہرِ زبان ہے
لہجہ ہے مُنفرد نیا رنگِ بیان ہے
بزمِ مقاصدہ ہو کہ محفل سلام کی
دادِ سخن زیادہ ہی گلریز کو ملی
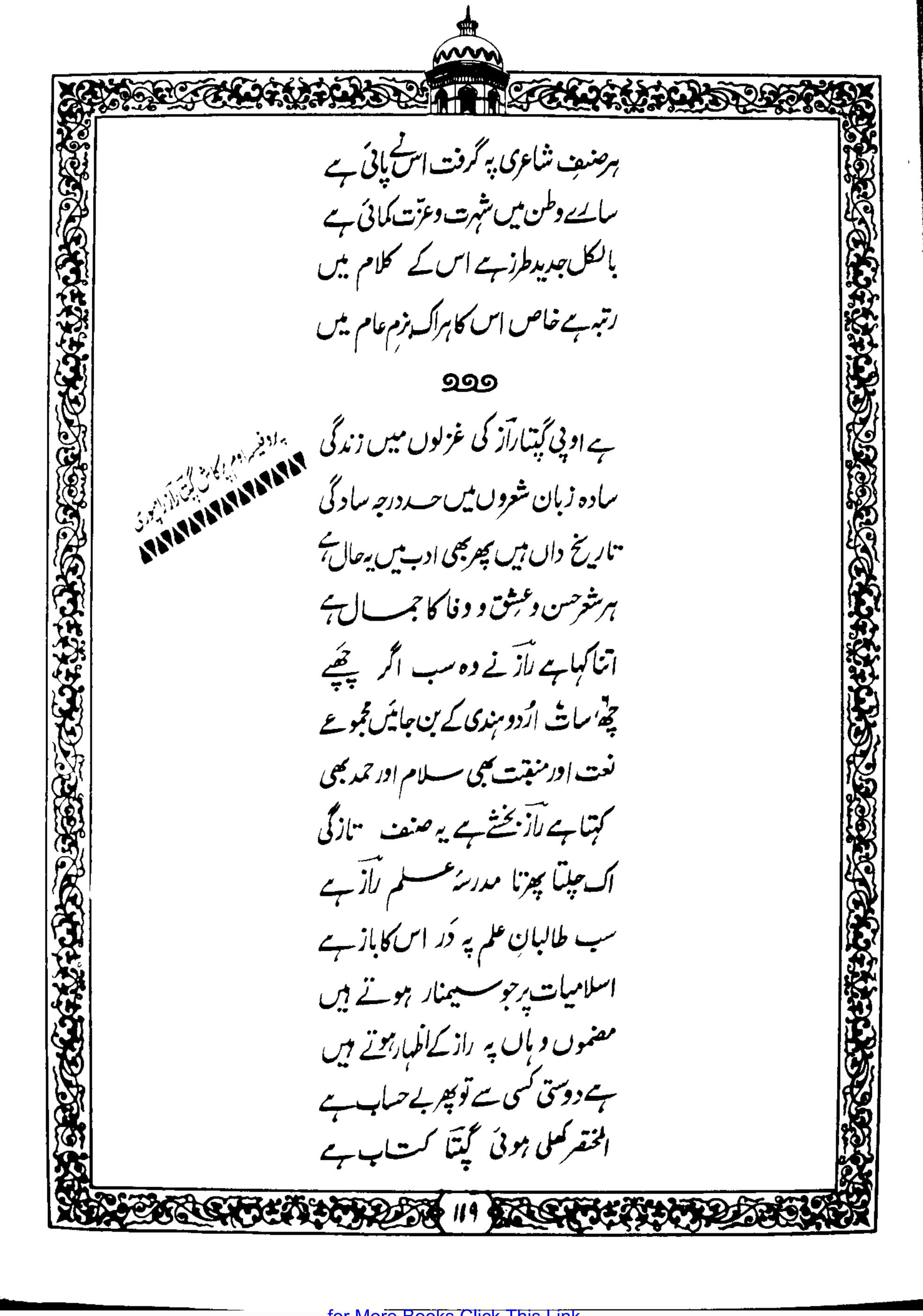
شہزادہ گلریز
۱۹۹۹

ہر صنفِ شاعری پہ گرفت اس نے پائی ہے
سارے وطن میں شہرت و عزت کمائی ہے
بالکل جدید طرز ہے اس کے کلام میں
رتبہ ہے خاص اس کا ہر اک بزمِ عام میں

۱۱۱

ہے اوپی گپتا راز کی غزلوں میں زندگی
سادہ زبان شعروں میں حد درجہ سادگی
تاریخ داں ہیں پھر بھی ادب میں یہ حال ہے
ہر شعر حسن و عشق و وفا کا جمال ہے
اتنا کہا ہے راز نے وہ سب اگر چھپے
چھ، سات اردو ہندی کے بن جائیں مجموعے
نعت اور منقبت بھی سلام اور حمد بھی
کہتا ہے راز بخشے ہے یہ صنف تازگی
اک چلتا پھرتا مدرسۂ علم راز ہے
سب طالبانِ علم پہ در اس کا باز ہے
اسلامیات پر جو سیمینار ہوتے ہیں
مضموں وہاں پہ راز کے اظہار ہوتے ہیں
ہے دوستی کسی سے تو پھر بے حساب ہے
المختصر کھلی ہوئی گیتا کتاب ہے

خلیل خاں نعمانی

شہرہ خلیل خاں کا ہے ابتک چہار سو
مدت ہوئی کہ چھوڑ چکے محفلِ سُبو
ہردلعزیز ایسے کہ گلیوں کا حسن ہیں
خلوت کدوں کا حُسن ہیں راہوں کا حسن ہیں
شفاف آیئنے کی طرح ذہن و دل لئے
یاران سنگ خو کو بھی پانی کئے ہوئے
باتوں کے ایسے باغ لگاتے ہیں بزم میں
روتے ہوؤں کو پل میں ہنساتے ہیں بزم میں
شعر وسُخن کا ہوگیا محدود سلسلہ
اب خاص محفلوں میں ہی جانا ہے آپ کا

حکیم بشیر علی خاں طرب ضیائی

حاذق حکیم صوفی و شاعر طرب ضیائی
یعنی ہر ایک فن میں ہیں ماہر طرب ضیائی
ہے وقف دوستوں کے لئے ان کی زندگی
ہے ان کی شخصیت میں بلا کی فرشتگی
ان کی غزل میں شمع طریقت کا نور ہے
اشعار میں شرابِ وفا کا سرور ہے
خوش خلق و خوش اصول ہیں مہماں نواز ہیں
اہلِ وطن کی نظروں میں یہ سرفراز ہیں

الفاظ کچھ گراں ہیں ادق ہے زباں مگر
ہوتا ہے سامعین کے دل پر مگر اثر
سب کے رفیق سب کے بہی خواہ ہیں طربؔ
لیکن غرض پرستوں سے آگاہ ہیں طربؔ
دن بھر مطب میں شاعروں گویوں کی بھیڑ ہے
بیمار اِکّا دُکّا ہیں اچھوں کی بھیڑ ہے

||||||

رَوشن ہے سب پہ مرتضیٰ ساحلؔ کا سلسلہ
ملّت کے نونہالوں کے حق میں جو کچھ کیا
اُردو میں کم ہے شاعری بچّوں کے واسطے
اس نے جو یہ تقاضے ہر اک سمت سے سُنے
اس نیک کام کے لئے بیڑہ اٹھا لیا
پھر مقصد حیات اُسے اپنا بنا لیا
بچوں کی شاعری کے لئے ملک میں ہے نام
پھیلا ہوا کتابوں میں ہے مرتضیٰ کا نام
چھوٹی بڑی کتابیں تو اب درجنوں میں ہیں
اسکولوں، مدرسوں میں ہزاروں گھروں میں ہیں
جو کام سارے اہلِ سخن کو ضرور تھا
تنہا وہ کام مرتضیٰ ساحلؔ نے کر لیا

غزلیں بھی خوب خوب کہیں نظمیں بھی لکھیں
اس کے قلم پہ ہوشؔ کوئی بند گھر نہیں

طاہر فراز

طاہر فرازؔ ملک کا شاعر ہے نام وَر
جاگے ہے اس کی شاعری میں اک نئی سحر
اس کا ترنم اس کی اَدا اس کی ہر غزل
اس کا مشاعروں میں نہیں ہے کوئی بَدل
پڑھتے میں اس کے ساتھ ہوا گنگنائے ہے
زلفوں کو آنچلوں کی صبا چھیڑ جائے ہے
بیرونِ ملک بھی وہ بہت کامیاب ہے
ہے فخر ہم کو اپنے چمن کا گلاب ہے

نعیم نجمی

اللہ نعیم نجمیؔ کی آواز میں کھنک
ماحول میں کہ جیسے بکھر جاتی ہے مہک
شہرت ہے دُور دُور تلک اب نعیمؔ کی
ہے ارتقاء کی سمت رواں اس کی شاعری
ایک دن وطن کے نام کو رَوشن کرے گا یہ
سچ اور صرف سچ کو ذریعہ کرے گا یہ

ہے س۔ش عالمؔ الوالعزم نوجواں
اس کی غزل میں جہد و عمل، حوصلہ عیاں
اُٹھتی ہوئی بساطِ تمدّن کا اِک نشاں
رہتا ہے خود بھی سب کو بھی رکھتا ہے شادماں
جیسا یہ خود ہے ویسی ہی ہے اس کی شاعری
خود بھی ہے معتدل، متوازن ہے زندگی
اشعار اس کے دل میں اُترتے ہوئے لگیں
سُن کر سمٹنے لگتی ہیں بکھری سماعتیں
عالمؔ کی خوبیوں کو گناؤں میں کس طرح
جو بات اِس میں ہے وہ بتاؤں میں کِس طرح
کاغذ کی تنگ دامنی ملحوظ ہے مجھے
ورنہ مرا قلم اسے کیا کچھ نہیں لکھے
ہے اس کی شاعری کی ہر اک ذہن پر کمند
شاعر سخن نواز اسے کرتے ہیں سب پسند

منظرؔ جو واحدی ہیں۔ بڑے رنگ دار ہیں
اپنی سخن گری میں۔ بڑے ذمہ دار ہیں
ہے ایسا تحت جس پہ ترنم نثار ہے
ان کا سُخن ودیعتِ پروردگار ہے

الفاظ کو برتنا انہیں خوب آتا ہے
ان کا کلام شہر میں سب کو ہی بھاتا ہے
اشعار میں تنوّع ہے جدّت کے رُوپ ہے
ان کی غزل میں موسمِ سرما کی دھوپ ہے
منظرؔ محبتوں کے نظارے کا نام ہے
منظرؔ ادب کے ایک اِدارے کا نام ہے

مختار خاں نسیمؔ بڑے خوش خصال ہیں
ہیں نوجوان اور نہ یہ کہنہ سال ہیں
یہ دل سے قدرداں کلاسیکی غزل کے ہیں
سنتے ہیں کچھ دنوں سے بریلی میں رہتے ہیں

گووندر رشکؔ آبر گھرانے کے ہیں چراغ
عطرِ غزل سے مہکا ہوا ان کا ہے دماغ
ان کے یہاں ترقی پسندی بھی خوب ہے
ان کے یہاں رعایتِ لفظی بھی خوب ہے
غزلوں میں تجربات نئے رشکؔ کرتے ہیں
رنگِ جدید کہنہ روایت میں بھرتے ہیں
ان کی غزل صداقتِ احساس کی امیں
یکجہتی اور فلاح کا ہر شعر ہے یقیں

سنتوش کمار موج

سنتوش موج عاشقِ اُردو زبان ہیں
میرے وطن کی شان ہیں یہ آن بان ہیں
رائج ہے جو بھی صنفِ سخن اس میں ہے کلام
انسانیت کا دیتے ہیں ہر شعر میں پیام
سنجیدہ شاعری ہے زباں پاک صاف ہے
بالکل درست اِن کے یہاں شین قاف ہے

عتیق آفریدی

یہ جو جوانِ رعنا عتیق آفریدی ہیں
آغازِ شاعری ہی سے بالکل جدیدی ہیں
تخلیق ان کی سنگ ہے اک ٹھہرے پانی میں
اک راستہ الگ سے ہے ان کی کہانی میں
خامی کہیں پہ دیکھیں تو یہ چونک جاتے ہیں
ظلم اور زیادتی ہو تو یہ تلملاتے ہیں
اشعار میں سمو کے زمانے کی تلخیاں
سوئے ہوئے ضمیروں پہ رکھتے ہیں برچھیاں
انسانیت کے رُخ پہ پسینہ جب آئے ہے
شاعر عتیق خون کے آنسو بہائے ہے
اس کی غزل میں تیر بھی، نشتر بھی، زہر بھی
اس کی غزل میں غصہ بھی نفرت بھی قہر بھی

لیکن یہ اس لئے ہے کہ اصلاحِ زیست ہو
انسانیت جہان میں مداحِ زیست ہو
کرتا ہے چاک چہروں پہ پردے پڑے ہوئے
پاکیزہ اک سماج کی چاہت لئے ہوئے

سید شکیل غوث

سید شکیل غوث کی تعریف کیا کروں
مداح ہیں بھی اس کی صلاحیتوں کا ہوں
حرفوں کو لفظوں، لفظوں کو جملے کی شان دے
شعروں میں حسیت کا چمکتا جہان دے
اس نے ہَوا کی نبضوں پہ رکھا ہے اپنا ہاتھ
چلتا ہے یہ فضاؤں کی آہٹ کے ساتھ ساتھ
اس کی نگاہ کچے مکاں سے محل تلک
اس کی نظر ہے کانٹوں سے لیکر کنول تلک
اس کی نظر دلوں سے گذر کر جب آئے ہے
چنچل سی ایک تیکھی غزل ساتھ لائے ہے
نظمِ مشاعرہ کا بھی ناظم ہے باکمال
ڈائس پہ ہو تو دیکھے کوئی غوث کا جمال
جاری شکیلؔ غوث کا شعری سفر رہے
موجودہ اس حیات پہ گہری نظر رہے

پروفیسر ممتاز عرشی

ممتاز عرشی وقت کی رفتار کا ہے نام
ہم عمر شاعروں میں وہ رکھتے ہیں اِک مقام
الفاظ کو تراشنا اُن کے ہُنر میں ہے
دلکشی کا زور ان کی غزل کے سفر میں ہے
کہتے ہیں یہ غزل میں نئی بات لائیے
ممتاز کرکے خود کو زمانے پہ چھائیے
ان کوششوں میں اُن کی ہے تعمیر کی جھلک
اک تابناک کل کی ہے تنویر کی چمک
یہ بات سچ ہے سب سے الگ ہٹ کے کہتے ہیں
اشعار میں معانی کے جھرنے سے بہتے ہیں
ممتاز نے سمیٹ لیں دامن میں چاہتیں
اب انتظار یار میں لذّت نہ زحمتیں
یہ منکسر مزاج بھی شیریں زبان بھی
رکھتے ہیں فن وَلی کی نمایاں سی شان بھی

فرید عرشی

اشعار میں فرید نے جو گُل کھلائے ہیں
اُن سے سماعتوں نے گلستاں سجائے ہیں
اس نے نئے سماج کو یوں بے رہنما کیا
اپنا بُرائیوں نے بھی رستہ بدل دیا

اس نے رگِ معاشرہ میں زہر دیکھ کر
اپنے قلم کو خوں میں ڈبویا بلا خطر
پردہ رُخِ رسوم جہالت سے کھینچ کر
انسانیت کو دیدیا آئینۂ بشر
تجزیہ جب بھی کرتا ہے وہ اپنے آج کا
ہوتا ہے ایک راستا بس احتجاج کا
کہتا ہے شعر وہ کھُلی شمشیر کی طرح
ہے اس کی ذات بھی کسی تصویر کی طرح
اُردو کی لاج شعروسُخن کی ہے آبرو
پھولوں سے بھی زیادہ ہے نرم اسکی گفتگو

سید مرتضیٰ فرحت

اب رہگذارِ مرتضیٰ فرحت پہ ہے قلم
دوشِ سخن پہ جس کی حکومت کا ہے عَلَم
ایسی غزل کہ جس کا دلوں پر ہو یہ اثر
حوریں سنیں تو آئیں فرشتوں کو چھوڑ کر
اللہ چند سال میں ایسی ترقیاں
گرویدہ کرکے رکھ دے جو سارا سخن ستاں
حمد ایسی جو کہ روح کی گہرائیاں چھوئے
نعت ایسی جو کہ قلبِ مسلماں کو سوز دے

ایسی غزل کہ سحر کرے ساری بزم پر
ایسی غزل کہ اَمن کی بارش ہو رزم پر
مصرع کہ جیسے موتی پروئی ہوئی لڑی
ہر شعر جیسے حجلۂ راحت میں روشنی
ایسا کرے ہے بحر و قوافی کا انتخاب
آجائے ہے جوان غزل پر نیا شباب
اللہ اس کو عرفی و بیدل کی رُوح دے
حالات خوشگوار دے اور عمرِ نوحؑ دے

زبیر معظم شکوہ زبیر

شاعر میاں زبیر معظم شکوہ بھی
کہتے ہیں ایسا شعر کہ ہو جس میں آگہی
شوکت ہے ان کے شعروں میں لفظ و بیاں میں
پھولوں کا شہد گھولتے ہیں یہ زباں میں
سمٹا ہوا زمانے کا ہر دُکھ ہے شعر میں
انساں کی زندگی کا بھی ہر سُکھ ہے شعر میں
لفظوں سے یہ بناتے ہیں تصویر زندگی
ان کی غزل میں ہوتی ہے اِک خاص نغمگی

مکارم الحق مکارم

سب سے الگ تھلگ ہے مکارم میاں کی بات
کردار سونے جیسا ہے چاندی سی انکی ذات

پاکیزہ شعر پاک غزل پاک ہے کلام
ان کو پسند کرتے ہیں اہلِ سخن تمام
اخلاق ہیں بلند ندبر میں طاق ہیں
خوش دل ہیں، خوش لباس ہیں اور خوش مذاق ہیں

مولوی حافظ قاری طیب نعمانی

وہ جو ہیں ایک طیب نعمانی مولوی
اشعار کہہ کے پاتے ہیں اپنے میں تازگی
رغبت ہے اُردو اور عربی کے کلام سے
پیتے ہیں یہ فرزدق و سعدی کے جام سے
بس سچ پہ منحصر ہے تمام ان کی شاعری
غزلوں میں ان کی ہوتے ہیں اسرارِ زندگی
درس و پیامِ زیست ہے ان کے کلام میں
ندرت ہے ان کی حمد میں نعت و سلام میں
گذرے ہیں زندگی کے نشیب و فراز سے
واقف ہیں یار دوستوں کی سازباز سے
کیفیتِ دلی کو سموتے ہیں شعر میں
اپنے لہو کے موتی پروتے ہیں شعر میں
طیب کی شاعری میں تصنع نہیں ذرا
اک آئینہ ہے دیکھ لے جس کو ہے دیکھنا

متانت الحق حسان آفندی

حسّان ہیں متانتِ حق میرِ شاعری
رکھتے ہیں یہ عروضی کتابوں سے دوستی
کہتے ہیں شعر بندِ معانی کو کھول کے
الفاظ کو برتتے ہیں یہ تول تول کے
بھرتی کا شعر ان کی غزل میں نہیں ملا
مضمون جو بھی ہے، وہ ہے واضح کھُلا ہوا
کل یہ صفِ اساتذہ میں آنے والے ہیں
اس وقت نوجوان غزل کے جیالے ہیں

نبی شاہ خان خیام

خیامؔ جن کا نام نبی شاہ خان ہے
ان کی غزل سخن کا حسیں پھولدان ہے
حسّاس ہیں یہ زود حس و زود رنج ہیں
ویسے یہ مجلسی ہیں بڑے بذلہ سنج ہیں
ملتے ہیں دوستوں سے مگر احتیاط سے
کرتے ہیں واسطوں کا سفر احتیاط سے
یارانہ جن سے ہے انہیں سنتے سناتے ہیں
عزت سبھی کو دیتے ہیں عزت ہی پاتے ہیں

صدر تسلیمی

سنجیدہ ایک شاعرِ تسلیمی صدرؔ ہیں
ہوں کیوں نہ سربلند کہ فرزندِ بدرؔ ہیں

بزمِ سخنوراں میں بہت کم ہی جاتے ہیں
اشعار دوستوں کو خوشی سے سناتے ہیں
ہنس مکھ ہیں، وضع دار ہیں، مہماں نواز ہیں
سننے میں دیکھنے میں بڑے دل نواز ہیں

شکیل شاعر ایڈوکیٹ

بھائی شکیل شاعر ادیب و وکیل ہے
ہے لحن بھی حسین، ترنم جمیل ہے
اشعار میں ہیں اس کے زباں کی نزاکتیں
مفہومِ کہنہ میں بھی تو ہوتی ہیں ندرتیں
بچتا ہے جتنا وقت بھی مصروفیات سے
اشعار کہہ کے کھیلتے ہیں لفظیات سے

یعقوب علی خاں مہر

کرتے ہیں مہر ماسٹری ذوالفقار* میں
فرصت ملے تو ہوتے ہیں شعری کچھار میں
ماضی میں تو شریک محافل رہے مگر
اب ساری شب گذارے ہیں یعقوب خاں کے گھر

نو خاں رسا رامپوری

شاعر خلوص کار رسا رامپوری ہے
ان کا ہر اک نشست میں ہونا ضروری ہے

---

* ذوالفقار اسکول رام پور

یہ اور بات ہے کہ یہ جاتے نہیں کہیں
ہاں یادان کو جو کرے پائے انہیں وہیں
جس دوست سے بھی ملتے ہیں یہ ہنس کے ملتے ہیں
کرتے ہیں بات چیت تو غنچے سے کھلتے ہیں
اب تک بھی شعر کہتے ہیں اور تیز کہتے ہیں
فرصت بہت ہے کم کہ یہ مصروف رہتے ہیں

وقار عنایتی

اک سادہ سُودے نیک سے شاعر وقار ہیں
مخلص فراغ ذہن ہیں یاروں کے یار ہیں
کہتے ہیں جب تو اچھا ہی اشعار کہتے ہیں
اک بار ہی نہیں یہ ہر اک بار کہتے ہیں

حسن اقبال حسن

الفاظ ہی نہیں حسن اقبال کے لئے
غزلوں میں یہ جلاتا ہے اخلاص کے دیئے
سنتا ہوں میں تو کیف سا محسوس ہوتا ہے
دل میرا اس کے نام سے مانوس ہوتا ہے
تاثیر ایسی ہوتی ہے اس کے کلام میں
محبوب کے لکھے ہوئے جیسے کلام میں
کانٹوں پہ اس نے سو کے گذاری ہے زندگی
لیکن حسن نے پھر بھی نہ ہاری ہے زندگی

ہندوستان میں حسن اقبال کی ہے دھوم
قسمت میں اپنی خود ہی جڑے ہیں مہ و نجوم
اللہ اس کو اور ترقی عطا کرے
اس کے لئے تمام زمانہ دُعا کرے

تج کر کے جاورہ سحر افغانی آ گئے
آتے ہی یہ تمام محافل پہ چھا گئے
نوخیز نوشگفتہ غزل کے امین ہیں
انکی غزل بھی خوب ہے خود بھی حسین ہیں
میری اور ان کی دوستی تو جاورہ سے ہے
ان کا بھلا ہو میری دُعا یہ خدا سے ہے

سحر افغانی

ذکر رئیسِ منظرِ جادو بیان ہے
جو کاغذ و قلم کا نرالا جہان ہے
مضمون ہو، فسانہ ہو یا ہو وہ شاعری
یہ جس طرف بھی جائے ادھر جائے زندگی
تحقیق کے مزاج سے ہے آشنا رئیس
تخلیق اس کا شیوا ہے تالیف کا انیس
تحریر اس کی اُونچے رسائل میں دیکھئے
اس کی تلاش ہو تو کتب خانے چھانیئے

رئیس منظر

یہ شخص ہوش آپ ہی اپنی مثال ہے
اس کا ہے جو کمال بھی وہ لازوال ہے

راہی ٹانڈوی

راہی جو ٹانڈوی ہے وہ شاعر ہے نام ور
اشعار اس کے کھولتے ہیں ذہن و دل کے در
شعر و شراب اصل میں اس کی حیات ہے
کاغذ قلم پیالہ ہی بس کائنات ہے
حساس ہے متین ہے خود دار ہے بہت
رنج و الم کے سہنے میں جی دار ہے بہت
دنیا نے جب ستایا تو بیزار ہو گیا
گھن کھا کے اس جہاں سے میخوار ہو گیا

ضیا ٹانڈوی

فہرست میں جناب ضیا ٹانڈوی بھی ہیں
وہ حامل خلوص و خرد آگہی بھی ہیں
افسوس کاروبار میں وہ اپنے پھنس گئے
گمنامیوں کے غار میں بیچارے پھنس گئے
پہلے تو ہر زبان پہ نام ضیاء رہا
لیکن نیا زمانہ انہیں کم ہے جانتا

امیر یوسفی

شاعر امیرؔ یوسفی کمپاؤنڈر جو تھے
برسوں بساطِ شعر و سخن پر جمے رہے
خانہ نشین ہو گئے سب چھوڑ چھاڑ کر
پلّے میں جو بھی کچھ تھا ٹپک ہیں وہ جھاڑ کر
اب اللہ اللہ کرتے ہیں بس گھر میں رہتے ہیں
اپنے ہی بس مکان کے منظر میں رہتے ہیں

قیس رامپوری

ہوشؔ اب تو قیسؔ جیسے کہ دلّی کے ہو گئے
ایسے گئے وطن سے کہ یہ ہم سے کھو گئے
وابستہ اب بھی خیر یہ اُردو زباں سے ہیں
شہرت کے اعتبار سے یہ آسماں پہ ہیں

پیر سلیم میاں بلاسپوری

قصبہ بلاسپور میں سیّد سلیم ہیں
اُردو کے یہ انیسِ غزل کے نعیم ہیں
ہے حلقۂ تلامذہ ان کا بہت وسیع
فن ان کا ہے بلند تو ذات اُنکی ہے وقیع
خادم ادب کا خود کو سمجھتے رہے سلیم
ان کو مگر سمجھتے ہیں سب شاعرِ عظیم

واجد تو بچپنے سے ہی دلی چلے گئے
ہاں رام پور والوں کو بھولے نہیں رہے
خدمات ان کی لائق صد آفریں ہے
ہوں کیوں نہ ماشاء اللہ بلا کے ذہین ہے

نعمانی ہیں فرید جو شاعر ہیں باکمال
جن کے ہر ایک شعر میں ہے وقت کا جمال
معیاری شعر کے لئے مشہور ہیں فرید
ہنگامہ ہائے شعر سے ہاں دور ہیں فرید
شوقِ مطالعہ ہے کتابوں کے یار ہیں
ہر دم حصولِ حق کے لئے بے قرار ہیں

نوکر ہیں آسی دلی میں، گھر رام پور ہے
ترکِ وطن کا دھیان بہت ان سے دور ہے
دہلی میں ہے اشاعت و ترویج ان کا کام
اخبار میں، رسالوں میں ہے خوب ان کا نام

شاعر چہار بیت و غزل کے سلیم ہیں
خاور ادب کی صبح میں چلتی نسیم ہیں

چپ رہتے ہیں مرنجامرنج ان کی ذات ہے
ان کی غزل حسین سی اِک واردات ہے

❁

تنہاؔ عنایتی کا میں بھولے ہوئے تھا نام
یہ ماسٹر تھے شہر میں ان کا تھا نیک نام
افسوس، جلد چھوڑ گئے اس جہان کو
کرکے پسند اپنے اجل کے مکان کو

تنہاؔ عنایتی

۱۷

صد شکر ہے کہ ہم میں ہیں دانش عنایتی
ان کا مزاج جیسے کہ شفاف چاندنی
اب تو بزرگ شاعروں میں ان کا نام ہے
تدریس و درس ہی فقط اب ان کا کام ہے

دانش عنایتی

۱

آزرؔ کہ خود جواں ہیں جواں ان کی شاعری
حرفوں میں ہے اُجالا تو لفظوں میں روشنی
ان کی غزل میں خاص تغزل کی چاشنی
ان کا شعور شعر کو دیتا ہے زندگی
ہیں راہ بر جو نام نہاد اُن سے بیر ہے
ہر خادمِ وطن کے لئے لب پہ خیر ہے

اسعد اللہ خاں آزرؔ نعمانی

آزر غزل تو کہتے ہیں لیکن کبھی کبھار
نامہریوں کا چھاتا ہے جب بھی کبھی غبار
سر چڑھ کے جھوٹ آئے تو یہ کانپ جاتے ہیں
بے چین ہو کے پھر یہ قلم کو اٹھاتے ہیں
حق کہنے میں جھجک ہے کوئی خوف ہے نہ ڈر
حالات پہ یہ رکھتے ہیں گہرائی سے نظر
آزر کا کل حسین ہے اور تابناک ہے
اس کا قلم سماج پہ مارِ ضحاک ہے

باآلم نظامی شاعر طنز و مزاح نگار
خود بھی ہیں شاندار سخن بھی ہے شاندار
سب کے ہیں دوست سب کے بڑے غمگسار ہیں
ہر بیقرار یار کے دل کا قرار ہیں
تعمیر ان کے طنز میں صحت مزاح میں ہے
لفظوں میں ہے وہ رنگ جو قوسِ قزح میں ہے
نیت جو صاف ہے تو کوئی کیوں برا منائے
ان کا کلام کیوں نہ ہر اک کو پسند آئے
گاہک تھے پہلے آج یہ دوکاندار ہیں
اور راہِ مرتضیٰ پہ سر رہگذار ہیں

چچا بلاغ

بالم سے جونیئر ہیں جنابِ چچا بلاغ
اپنی غزل سے کرتے ہیں محفل کو باغ باغ
پائی ہے اچھی فکر تو ہے ذہن بھی رسا
اصلاح کرتے رہتے ہیں لیڈر کی یہ سدا
ملتے ہیں میزبان کی صورت بس اڈے پر
دورانِ کار رکھتے ہیں احباب پر نظر

سید افتخار طاہر

سید ہیں افتخار ہے طاہر قلم کا نام
ہے ان کا نوجوانوں میں حد درجہ احترام
فطرت میں ان کی حسنِ سعادت رچا ہوا
دل میں ہے احترامِ بزرگاں بسا ہوا
اچھی غزل کے ساتھ ترنم ہے لاجواب
پاتے ہیں ہر نشست میں یہ داد بے حساب
شکوہ کسی سے اور نہ شکایت ہے شعر میں
چاہت، خلوص، پیار، محبت ہے شعر میں

افتخار ساحل

یہ افتخار وہ ہیں کہ ساحل کہیں جنہیں
بزمِ مشاعرہ کا سبھی دل کہیں جنہیں
شعروں میں ان کے ہوتا ہے اصلاحی سلسلہ
کم کرتے ہیں خدا سے یہ بندوں کا فاصلہ

اپنے ضمیر اپنی انا کا وقار ہیں
یہ دولتِ وفا سے بہت مالدار ہیں
ہر دلعزیز شاعر و انساں ہیں افتخار
ہر شعبۂ حیات میں ہیں پورے ذمہ دار

❖

بہ عزیز بقائی

اک باعمل جوان عزیزِ بقائی ہیں
یہ شعر و شاعری کے سدا سے فدائی ہیں
کہتے ہیں میرؔ و داغؔ کے انداز کی غزل
شفاف پانیوں میں کھلاتے ہیں یہ کنول
تقریب ادب کی کوئی بھی ہو ان کو سونپئے
پھر حسنِ انتظام عزیزی کو دیکھئے
کارِ ادب خلوص سے کرتے عزیز ہیں
ہر مرحلے سے سہل گذرتے عزیز ہیں

*

بہ انور بخاری

مشہور شاعروں میں جو انور بخاری ہیں
باہر زیادہ رہتے ہیں وہ کاروباری ہیں
اللہ قسم غزل کی طرح یہ حسین ہیں
سید ہیں محترم ہیں بہت ہی عظیم ہیں

تنویر

تنویر یعنی ابن سحر رام پوری ہیں
یہ میری اس کتاب میں بے حد ضروری ہیں
غزلوں کے ساتھ کہتے ہیں نعت وسلام بھی
اور اس کے ساتھ ساتھ گرہستی کے کام بھی
اللہ ان کو اور ترقی عطا کرے
دامن سدا امیدوں سے ارمانوں سے بھرے

شہنشاہ بابر

بابر کہ جن کا نام شہنشاہ خان ہے
میرا پسندیدہ غـــزل گو جوان ہے
ہے اس کی شاعری نئے رستوں پہ گامزن
اس نے کہا حیات کو محبوب گُل بدن
ایمان اس کا ہے کہ جیئو اور جینے دو
امن و اماں کا شہد پیئو اور پینے دو
انسانیت کی راہ میں روشن چراغ ہے
اس کی غزل شرابِ وفا کا ایاغ ہے

مسرور ادیب

مسرور ادیب ہیں نئے انداز کے ادیب
محبوب ان کو شاعری سب کے ہیں یہ حبیب

موجودہ اس سماج پہ گہری نگاہ ہے
مصروفیت ہی ان کی سدا سدِّراہ ہے
آہستہ رَو ہے آج اگر ان کی شاعری
اللہ نے چاہا ہوگی یہ کل تیز گام بھی

کیا ہے ظہیرؔ تیرے سخن ہیں کلام میں
اور کیا نہیں ہے تیری غزل کے نیام میں
تو نے وہ کر دکھایا ہے اس عمر میں کمال
چھوٹوں کو طعنہ دیں گے تو دیں گے تری مثال
تو نے غزل کو ایک نیا موڑ دے دیا
کہنہ روایتوں کا ہر اک توڑ دے دیا
اس دوڑتی حیات کے اِک ایک گام پر
تو نے ظہیرؔ رکھی ہے ہر دم کڑی نظر
تیرا ہر ایک شعر ہے شمشیر کی طرح
مصرع دلِ ستم پہ ہے اک تیر کی طرح
تجھ سے بہت امیدیں ہیں ہم اہلِ شہر کو
دے گا وقار تیرا قلم اہلِ شہر کو
جاری رہے ادب کا سفر عمر ہو طویل
تو رحمتی ہے رحمتِ حق ہو تری وکیل

نعیم امینی

خلیل خاں کشمیری

ہیں بُرد بار شاعرِ فکر و نظر خلیلؔ
ہے نثر میں کشش تو ہے نظموں میں بھی اپیل
لکھتے ہیں یہ خلیل خاں کشمیری اپنا نام
صدیوں سے رام پور رہا ہے مگر مقام
افسانوں میں ہے رُوح تو لفظوں میں جان ہے
تحریر ان کے کل کا سنہری نشان ہے

قاری حافظ نقیب نعمانی

شاعر یہ ایک حافظ و قاری نقیبؔ ہیں
ہیں دُور یہ کسی سے نہ خود سے قریب ہیں
قرآں کا درس دیتے ہیں عقبیٰ کماتے ہیں
دنیا کو ساتھ رکھتے ہیں رشتے نبھاتے ہیں

پیر مسرور میاں

کاتب جو ایک سیّدِ مسرور تھے کبھی
وابستہ اب ہے اُن کی صحافت سے زندگی
نظم و غزل کا اچھا ذخیرہ ہے ان کے پاس
ان کا قلم ہے آج کل اخبار کی اساس
اُعلانِ رام پور، کہ جو روز نامہ ہے
ذہن و قلم کا اس سے ہی اب ان کا رشتہ ہے

شاہ رفیق عالم مسلم آفاقی

اک خاص نام ذہن سے میرے اُتر گیا
یاد آیا جب تو خود پہ کچھ افسوس سا ہوا
دیرینہ دوست شاہ رفیق اپنے یار ہیں
وہ تو بیچارے دوستوں کے غم گسار ہیں
چالیسؔ سال سے ہیں مرے رام پور میں
اس میکدے کے شعر و ادب کے سرور میں
اخباروں میں مُدیر رہے ہیں یہ آج تک
شاعر ہیں شاعری میں تغزل کی ہیں کھنک
پرچم خود ان کا اپنا ہے اخبار آج بھی
کرتا ہے ہفت روزہ ادا حقِ رہبری
ہے شہرہ رفیق نام تو مسلم ادب میں ہیں
آفاقی ہیں تو ذکر ہر اک روز و شب میں ہیں

اعجاز صدیقی

اعجاز اپنے شہر کے ان شاعروں میں ہیں
آنکھوں میں اہلِ فہم کی جو ماہروں میں ہیں
دس بیس شعر ناشتہ کرنے میں کہتے ہیں
خامہ بدست اپنی دکاں پر یہ رہتے ہیں
شاگرد اِن کے سب ہیں رہِ ارتداد پر
پورے نہیں اُترتے یہ ان کی خراد پر

اکثر مشاعروں کی نظامت بھی کرتے ہیں
خالی جگہوں میں خوشنما اشعار بھرتے ہیں
ہے حافظہ غضب کا کہ دیوان یاد ہے
وہ زود گو ہیں ان کو مری دل سے داد ہے
سلطانی اپنے نام میں رکھتے ہیں یہ ضرور
المختصر ہیں حضرتِ اعجاز باشعور
بات آئے شاعری کی تو یہ تن بھی جاتے ہیں
یاروں سے رُوٹھ جاتے ہیں پھر مَن بھی جاتے ہیں

✤

ہری شنکر ایڈوکیٹ تمنؔا

اپنے وطن میں اک ہری شنکر تمنؔا ہیں
ان کی غزل ہے رادھا تو یہ خود کنہیا ہیں
فاضل وکیل ہیں مرے استاد بھائی ہیں
اپنے بلند حوصلوں سے یہ خلائی ہیں
غزلوں میں ان کی رُوپ، رنگت نکھار ہے
ان کی نظر میں فصلِ خزاں بھی بہار ہے
ان کی غزل کہ آئینۂ حسنِ یار ہے
ان کو نہیں کسی کا مگر انتظار ہے
کربِ فراق و ہجر میں ڈوبی ہے شاعری
ہے دیکھنے میں ان کی بہت خوب زندگی

کیفیت اضطراب کی شعروں میں پائی ہے
یہ کس ڈگر پہ زیست انہیں لے کے آئی ہے
تھوڑے بہت سیاسی ہیں فاضل وکیل ہیں
اُردو کے ارتقا کے لئے اک سبیل ہیں
تھے ان کے خاندان میں ایسے بزرگ بھی
تھی اوڑھنا بچھونا ہو اُردو کہ فارسی

شاعر، وکیل دونوں بشارت فروغ ہیں
کچھ شک نہیں سراپا شرافت فروغ ہیں
لیکن مشاعروں میں یہ جاتے نہیں کبھی
گھر سے کچہری تک ہے بس اب ان کی زندگی

یزدانی ایک کیف بھی ہیں اس دیار کے
وہ رام پور چھوڑ علی گڑھ میں جا بسے
آتے ہیں جب بھی شہر گلے سب سے ملتے ہیں
رہتے ہوئے یہ دور بھی نزدیک سب کے ہیں

سنجیدگی اوج پہ قربان جائیے
جب ان کو دیکھئے تو اک اونچائی پائیے

وہ دن بھی تھے کہ بزمِ غزل کی یہ جان تھے
خالق تھے اچھی غزلوں کے جادو بیان تھے
افسر ہیں روڈویز میں بس یہ ہے زندگی
سنتے سناتے اب بھی ہیں یاروں میں شاعری

بزمی رامپوری

اچھی یہاں پہ حضرتِ بزمیؔ کی بات تھی
تھی سب کو ہی پسند یہاں ان کی شاعری
سڑکوں پہ تو سلام دعا ہوتی رہتی ہے
بزمِ ادب میں حاضری ان کی نہیں سی ہے

حقؔ رامپوری

حقؔ رامپوری نظموں میں اب لاجواب ہے
ہر نظم، نظمِ نو کے لئے احتساب ہے
حق کے یہاں معاشرے کے حق میں خیر ہے
راہِ فرار ڈھونڈنے والوں سے بیر ہے

قمر سنبھلی

اک خاص نہج فکرِ قمر میں دکھائی دے
جس وقت گرد و پیش پہ اس کا قلم چلے
اب سے نہیں ہے بیس برس پہلے سے قمر
شعروں میں اپنے بھرتا ہے اخلاص کا اثر

سچی ہے اس کی شاعری، سچا کلام ہے
سُن کر ہی سب سمجھ لیں زباں اتنی عام ہے
کچھ شعر وہ ہیں جو کہ ادب میں اضافہ ہیں
تعمیری انقلاب کا رَوشن ذریعہ ہیں

استاد بن کے آئے تھے کالج میں آفتاب
لیکن وہ رام پور کے ہو کر رہے جناب
فرصت ملازمت سے ملی گھر بنا لیا
بَن کر درخت خود کو یہیں پر جما لیا
بالکل جدید طرز کی ہے اُن کی شاعری
شعروں میں ان کے گونجتا ہے سازِ زندگی
نثری ادب میں بھی یہ بڑے ذی وقار ہیں
مہماں نواز اور محبت شعار ہیں
اب آفتاب شمسی بھی ہیں جانِ رام پور
ان کو یہاں ملا ہے محبت کا وہ سرور

تخلیق کار اخترؔ رضوی عجیب ہے
اس دَور کو جو چاہیئے یہ وہ ادیب ہے

نقشہ اُتارتا ہے یہ اپنے سماج کا
رستہ نیا نکالتا ہے احتجاج کا
اشعار لکھ کے فخر کا اظہار کرتا ہے
یہ اپنی شاعری سے بڑا پیار کرتا ہے

مہاویر سکینہ ماہر نعمانی ایڈوکیٹ

قصبہ بلک میں ماہرِ نعمانی کی حیات
وقفِ زبانِ اُردو مہاویر کی ہے ذات
کہتا ہے ایسا شعر کہ دل پر اثر کرے
ایسی غزل کہ رُوح میں بھی اپنا گھر کرے
قانون کا وکیل سخن کی دلیل ہے
ترویج شاعری کے لئے اک سبیل ہے

عبدالحمید طارق

عبدالحمید طارقِ خوش فکر نوجواں
ٹانڈے کے لال پور میں شاعر کا ہے مکاں
ہے اچھے شاعروں میں شمار اس جوان کا
جادو چلے ہے اس کے بھی حسنِ بیان کا

شاغل نعمانی

دنیا سے جلد شاغلِ نعمانی چل بسا
کم عمری ہی میں اعظمِ نعمانی بھی گیا

طاہر نظامی بھی بڑا عجلت پسند تھا
اللہ کو پیارا یہ بھی بہت جلد ہوگیا

ناراض ہوکے ہائے گئے رمز چشتی بھی
دنیا کو چھوڑ کر گئے افسوس جام بھی

بیٹے عروج زیدی کے عرفان زیدی ہیں
یہ بھی تو نظم و نثر کی زلفوں کے قیدی ہیں

ثاقب بھی شعر کہتے ہیں لیکن کبھی کبھی
ویسے بھی ہے مزاج میں ان کے شگفتگی

شاکر ہیں بمبئی میں وہاں بھی فعال ہیں
نظم و غزل کی راہ میں وہ باکمال ہیں
کافی ضخیم "عظمت ہند" اک کتاب ہے
آپ اپنی ہی مثال ہے اپنا جواب ہے

اک نوجوان راشد اعجاز ہیں یہاں
شہ زبان حضرتِ ضامن کے ہیں نشان

ہیں نعمت اللہ کیف سخن کے جہان میں
جیسے چمکتا تارا بھرے آسمان میں

نعمت اللہ کیف

فرحان سالم اپنی ہی پہچان بن گئے
شعروسخن کی بزم کی یہ جان بن گئے

فرحان سالم شمسی

غفران فریدی بزمِ غزل میں جب آتے ہیں
وہ اپنے سامعین کے ذہنوں پہ چھاتے ہیں

غفران فریدی

شاعر شکیب ماہر و احمد ضیائی ہیں
دونوں جواں جدید غزل کے فدائی ہیں

شکیب ماہر
احمد ضیائی

ہیں ارتقا پسند بہت نقش قادری
اور ہمنوائے عصر ہیں سلمان شمسی بھی

نقش قادری
سلمان شمسی

جاوید شمسی اور شکیلِ وفا ضیائی
اردو زبان و شعر کی کرتے ہیں حق ادائی

جاوید شمسی
شکیل وفا ضیائی

ساجد امجد

تعمیری ذہن ساجدِ امجد بھی رکھتے ہیں
شعروں میں اعتدال کی اِک حد بھی رکھتے ہیں

لطافت میاں سیف نعمانی

نعمانی اِک جناب لطافت میاں ہیں سیف
اُنکی غزل میں ہوتا ہے بس روح و دل کا کیف

خاور ٹانڈوی

شاعر بزرگ خاورِ خوش فکر ٹانڈا کے
فوٹو گرافی میں بھی یہ یکتا سدا رہے
اشعار میں زبان بلا کی حسین ہے
شعری ادب میں ان کی نظر بھی مہین ہے

عزمی رامپوری

فوٹوگرافی میں ہیں عزمی بھی باہُنر
یہ ابروی تھے شعر بھی کہتے تھے خوب تر
پیارے خدا کو ہو گئے اپنی جوانی میں
الفاظ جا کے چھپ گئے گویا معانی میں

قتیل مرادآبادی

بھائی قتیل حسنِ غزل کے قتیل ہیں
پہلے سے شاعری میں یہ اپنے کفیل ہیں
شاعر ہیں شاعری کے فوائد ہیں جانتے
اچھے سخنوروں کو ہیں دل سے مانتے

عرفاؔن جھانسوی کی غزل میں ہے بانکپن
مفہومِ شعر جیسے دوپٹے میں گلبدن
اب مستقل ہے اِن کا وطن اپنا رام پور
اس میکدے سے پاتے ہیں یہ رُوح کا سُرور

عرفان خاں عرفاؔن جھانسوی

بیٹے بلاؔل خاں کے ضیاء عنایتی
نعت و غزل میں رنگ ہے ان کا روایتی
یہ اپنے یار دوستوں میں چاہے جاتے ہیں
کوئی بھی انجمن سجے یہ پائے جاتے ہیں

ضیاء اللہ خاں ضیاؔ عنایتی

لے بلال اللہ خاں

ہیں یادداشت میں ولیؔ حیدر بزرگ بھی
فنکار سوز خوانی کے شاعر بھی تھے ولیؔ
سب کو دعائیں دیتے تھے سب سے تھے خوش ولیؔ
بس خاص باغ میں ہی کٹی ساری زندگی

ولی حیدر ولیؔ سہسوان

فاضل ادیب اچھے سخنور ہیں مہرباؔن
یہ قصبہ کاشی پور کے ہیں ایک نوجوان
خدمات نظم و نثر بھلائی نہ جائیں گی
یہ خوشنما لکیریں مٹائی نہ جائیں گی

مہربان کاشی پوری

حسنین گرامی

حسنین تھے گرامی یہاں کے نہ تھے مگر
لیکن بنا کے اپنا رہے ہیں یہاں پہ گھر
اشعار میں چبھن تھی ترنم تھا دل نواز
افسوس اِن پہ جلد ہوا دَرِ لحد کا باز

ظہور فرحت

شاگرد اپنے مرتضیٰ فرحت کے ہیں ظہور
ہیں نشۂ شرابِ تغزل میں آپ چور
ہیں ان کے آج میں جو نیا کل ہوں دیکھنا
رَوشن ہے شہرتوں سے ہر اِک اس کا راستا

عبدالوہاب سخن

عبدالوہاب جن کا تخلص سخن ہے آج
اپنے قلم سے دیں گے ادب کو نیا رِواج
جتنا بھی میں نے ان کو سُنا ہے وہ خوب ہے
جو آج تک ادب کو دیا ہے وہ خوب ہے

بالکل نحیف و زار سے حضرت شجر بھی ہیں
مخلص ہیں، محترم ہیں یہ صاحب نظر بھی ہیں
بیچارے آتے جاتے نہیں ہیں جو یہ کہیں!
یوں اپنے شہر والوں کی نظروں میں یہ نہیں

حبیب بھوپالی

بھوپال سے حبیب بھی آکر نہیں گئے
شادی بیاہ کرکے یہیں کے وہ ہو رہے
ڈو ڈو سو بار ایک غزل پڑھتے تھے حبیب
"تم" "تھم" کے قافیوں سے اُلجھتے رہے حبیب

عبداللہ خالدؔ

اک نوجواں محمدِ عبداللہ خان ہے
خالدؔ تخلص، اور وہ اپنوں کی جان ہے
رنگِ سخن بھی اس کا جُدا سب سے ہے الگ
جب سے کہ ابتداء ہوئی بس جب سے ہے الگ
دیکھے بہت نشیب و فرازِ حیات ہیں
پھر بھی بفیضِ رب یہ امینِ ثبات ہیں
ہر شعر، ہر غزل ہے حقیقت کا آئنا
ہے اتنا صاف گو کہ یہ کہتا ہے برملا
مستقبل اِس کا مثلِ مہ و آفتاب ہے
بالغ نظر ہے جبکہ شروعِ شباب ہے
خالدؔ نے نثر میں کئی مضمون ہیں لکھے
رَوشن کئے ہیں طنز نگاری کے بھی دیئے
اپنے وطن کے نام کو اُونچا کرے گا یہ
قطرے سے ایک لفظ کو دریا کرے گا یہ

ہے دست بدستہ عرض خدا کے حضور میں
دوشیزۂ غزل ہے اُس کے حضور میں

نو عمروں میں ہیں فیصلِ ممتاز آج اگر
کل اپنے سامعین میں وہ ہوں گے معتبر

ہندی پڑھے ہیں ویسے تو اونکار سنگھ ودیک
اُردو میں بھی وہ لینے چلے ہیں کوئی بریک

جمشید خان یعنی کہ نادم جوان ہیں
ان کے لئے ابھی تو کئی امتحان ہیں

ریحان آج ویسے تو نشتر ہیں اور کل
اپنے ہر ایک شعر کا پائیں گے وہ بدل

احمد خاں احمد آتے نہیں ہیں نشست میں
آئیں تو بحر پار کریں ایک جست میں

طالب ہیں علم و فنِ سخن کے وزیر خاں
اشعار میں ترقی کے ملتے ہیں کچھ نشاں

ہوش نعمانی

اپنے قلم سے اپنے لئے میں لکھوں تو کیا
ہاں بس دیارِ علم میں طالب ہوں علم کا

یہ شاعری ودیعتِ پروردگار ہے
اس فن میں طاق ہونے کا ہی انتظار ہے

ہے یار خاں بھی اسمِ شرافت کے ساتھ ساتھ
اب ہوگئی ہے میری ترسیٹھ ۶۳ برس حیات

با ہوش ہوں یونہی تو تخلص بھی ہوش ہے
کچھ کر گذرنے کے لئے خوں میں بھی جوش ہے

اُستاد آبروئے تغزل جلیل تھے
نعمانی ہوں میں اس پہ بہت فخر ہے مجھے

ہر شاعرِ وطن میرا دل میری جان ہے
تہذیب کا نشان ہے اُردو کی شان ہے

لاکھوں سلام تجھ پہ ادب گاہِ رام پور
روشن کرے جہان کو تیرے ادب کا نور

ہدایت اللہ خاں ہدایت

شاعر ہدایت اللہ خاں نَو واردِ سُخن
ہو تازہ تازہ جیسے کوئی غنچۂ چمن
شعر و سُخن سے ان کا سدا سے لگاؤ ہے
اشعار میں روانی سلاست بہاؤ ہے

مشقِ سُخن رہی تو پھر اک دن وہ آئے گا
نام ان کا بزمِ شعر میں اُونچائی پائے گا
کاتب ہیں، خوشنویس ہیں حد درجہ خوش قلم
کاغذ پہ ہے گرفت تو تحریر میں ہے دَم
کاتب صحیفہ خانہ رضا کے ہیں مستقل
رکھتے ہیں اپنے کام میں شامل اپنا دِل
مرقوم ہے انہیں کی ادبِ گاہِ رام پور
فن ان کا اس ذریعہ سے پہنچے گا دُور دُور
میری دِلی دُعائیں ہدایت کے ساتھ ہیں
یعنی بصد خلوص محبت کے ساتھ ہیں

منشی دولہ جان خاں عارف تسلیمی
شاگردِ جگر تسلیمی مرحوم

ہیں منشی دولہ جان خاں عارف کی ذات میں
وہ خوبیاں جو حُسن جگائیں حیات میں
عارف بزرگ سب کے ہیں، ہیں سب کے معتبر
لکھتے رہے ہیں پچھلی روایات و رسم پر
منظوم ایسے قصّے کئی آپ نے کئے
جس سے کہ نسلِ نو کو ملیں سیدھے راستے
فیشن میں بے حیائی کے عارف خلاف ہیں
شیریں زباں ہیں ذہن و طبیعت کے صاف ہیں

چند مرحومین بزرگ

مشہور اسی صدی کے کئی نام اور ہیں
جن کے کلام قابلِ صد فکر و غور ہیں

مولوی فیاض الدین خاں فیاضؔ

شاعر تھے ایک مولوی فیاض باکمال
فرزند جن بزرگ کے ہیں حضرتِ خیالؔ

چھٹن خاں واثق اور حبیب اللہ خاں حبیب
تھے شاعری میں عرش، نزاکت علی طبیب

چھٹن خاں واثق
حبیب اللہ خاں حبیب
حکیم نزاکت علی خاں عرش

رحمانی تھے اثر تو جلالی سہیل تھے
عابد بخاری شہرِ خموشاں میں جا بسے

اثر رحمانی
سہیل جلالی
عابد بخاری

امن خاں عیش ہائے وہ رسوا حبیب خاں
بس ان کا رہ گیا ہے کتابوں میں کچھ نشان

امن صاحب عیش
حبیب خاں رسوا

مچھن شباب حضرتِ محشر کے تھے عزیز
شعری مزاج رکھتے تھے، پڑھنے میں تھا تمیز

مچھن ابا شباب

شاہِ چہار بیت جو استادِ صبر تھے
خنجر، قمر بھی اپنے زمانے میں تھے بڑے

استاد صبر
قمر استاد
خنجر استاد

نثر نگاران
ادب گاہ
رام پور

نثر نگاران

دُنیائے رام پور جو دارالسرور ہے
ہر موسیٰ ادب کے لئے کوہِ طور ہے
ہیں جس قدر بھی نثر نگارانِ رام پور
ہر ایک ان میں جانِ وطن شانِ رام پور

اِک بادشاہِ خامۂ و قرطاس عبدِ حیی
یعنی علوم و فضل میں عباس عبدِ حیی
دنیا و دیں کے علم میں اک بحرِ بیکراں
تخلیق کار خلق و مروت کا اِک جہاں
علمی ادارہ "الحسنات" آپ کی ہے دین
اُردو ادب کو تازہ حیات آپ کی ہے دین

مولانا ابوبکر

صدہا کتابیں قوم کی اصلاح کے لئے
جاری ہیں آج تک بھی رسائل کے سلسلے
گنتی شمار کوئی مضامین کی نہیں
سارے نگارشات اُجالوں کا ہے یقیں

بیٹے سلیم بھی تو کسی سے نہیں ہیں کم
ماں باپ کی دُعائیں ہیں اللہ کا کرم

عبدالملک سلیم

میرِ علوم یوسفِ اصلاحی کے لئے
یوروپ کی درسگاہوں کے ہیں راستے کھُلے
ان کی کتابیں علم کدوں کی ہیں زینتیں
اصلاح جن سے پاتی ہیں انساں کی فطرتیں
ذکریٰ بھی اک ذریعۂ اصلاحِ دین ہے
ایماں کے جسمیں پھول کھلیں وہ زمین ہے

یوسف اصلاحی

ذاکر علی خاں یوں تو کراچی میں بس گئے
وابستہ اہلِ مصطفےٰ آباد سے رہے
ان کی سبھی کتابوں سے چھلکے ہے رام پور
ان کے چراغِ دل میں ہے اب تک وطن کا نور

ذاکر علی خاں

عابد رضا خاں یعنی کہ بیدار کی حیات
علم و ادب کی خود میں سمیٹے ہے کائنات
دنیا کے کونے کونے میں بیدار کا ہے نام
ایسے جہانِ علم و ادب میں کئے ہیں کام

باہر کے یوں تو ڈاکٹر ابن فرید تھے
وہ رام پور آئے یہیں کے ہی ہو رہے
تالیف تصنیفات کی پہچان اک نشاں
بس ان کی ذات علم و ادب کا ہے اک جہاں
انگلش ادب پہ ان کو بلا کا عبور ہے
اردو ادب کا روح میں ان کی سرور ہے

حضرت شکیب نثر میں بھی بے مثال ہیں
تنقید و تبصرہ میں بھی یہ باکمال ہیں
تحقیق پر عبور ہے، تاریخ پر ہے بس
قابو زبان پر ہے قلم پر ہے دسترس

مینائی خاندان کے منہاجِ دین ہیں
یہ طاقتِ قلم کا مکمل یقین ہیں

اہلِ خرد میں نام جو مینائیوں کا ہے
یہ نام علم و فضل کی رعنائیوں کا ہے

مولانا شمس نوید عثمانی

دیں کے جیالے شمس نوید اب نہیں رہے
لیکن بڑا عجیب وہ اک کام کر گئے
ثابت کیا کہ سارے ہی مذہب خدا کے ہیں
ہندو جنابِ نوح کی امت سدا کے ہیں

مولانا سلیمان قاسمی

تصنیف کار یعنی سلیمان قاسمی
اپنے قلم سے دیتے ہیں کاغذ کو زندگی
اُونچے پڑھے لکھوں میں بھی ہے ان کا تذکرہ
دن رات بس کتابوں سے ہے ان کا واسطہ

مائل خیرآبادی

مائل جو آئے ہیں یہاں خیرآباد سے
اہلِ وطن نے ان کو نوازہ ہے داد سے
دیگر حجاب ڈاکٹر ابنِ فرید کو
لے آئے گھر رسالے کی رَوشن اُمید کو

دلدار نصری

دلدار نصری ایک بڑا نام ہے یہاں
تنقید کا، فسانوں کا تحقیق کا جہاں

بدلے میں ہے ضعیفی، سماعت میں ثقل ہے
دھیمے سروں میں چلتی ہے اب زندگی کی لے

بھولے میاں وکیل

بھولے میاں وکیل بھی ہیں صاحبِ قلم
لہرا رہے ہیں نام کے ان کے ابھی علم
لفظوں میں رنگ جملوں میں انکے مٹھاس ہے
وہ مانتا نہیں ہے کہ جو ناسپاس ہے

وصی اقبال

مشہور ادب میں ہے وصی اقبال کا قلم
افسانوں اور ناولوں میں ان کا ہے بھرم
لکھتے ہیں صرف علمی مضامین آج کل
دینی ادب سے پاتے ہیں تسکین آج کل

مسرت حسین خاں آزاد

ہیں تبصرہ نگار مسرت حسین خاں
نثری ادب میں مانتا ہے ان کو اِک جہاں
آزاد کہنہ مشقِ صحافی کے ساتھ ساتھ
تنقید کے جہاں میں بھی رکھتے ہیں اپنی بات

پاشا رضا خاں

پاشا رضا خاں حسن نگاری میں اِک مثال
ان کی کہانیوں میں حقیقت کا ہے جمال

سلطان اشرف ایک بڑا نام نثر میں
شائع ہوا ہے کام بڑا ان کا نثر میں

سلطان اشرف صاحب

مسعود خاں کی بیٹی نعیمہ کا کیا جواب
قاری نے دیکھے ان کی کہانی میں اپنے خواب

نعیمہ مسعود

سید فضیلت آج بھی گویا جوان ہیں
ٹی، وی سے فلم تک کامیاب ہیں

سید فضیلت شاہ

ماجد رمن نے پہلے تو اپنوں سے داد لی
اب اختیار کرلی ہے دہلی کی زندگی

ماجد رمن

سب سے سعید فرحت الگ رنگ رکھتے ہیں
اپنی برائیوں سے سدا جنگ رکھتے ہیں

سعید فرحت

اہلِ قلم ہیں ایم ظفر اور صحافی بھی
ان کی زبانِ سادہ میں ہے دل کی روشنی

ایم ظفر

مسعود اختصار پسند اک کہانی کار
نسبت ظفر ہے اونچے ادیبوں میں ہے شمار

مسعود آغا ساتھ جو لکھتے خلیل ہیں
بس اپنے آپ میں ہی یہ اپنی دلیل ہیں

صدیق جن کا نام تبسم نشاط ہے
ان کے تو حرف حرف میں بھی احتیاط ہے
یہ شہر میں جدید کہانی کے ہیں امام
بس حرف لکھنا پڑھنا ہمیشہ رہا ہے کام
افسانے جتنے لکھے تبسم نشاط نے
ہندوستان بھر کے رسائل میں ہیں چھپے

میدانِ نثر میں بڑا نکہت کا نام ہے
ان کا ہر اک فسانہ صداقت کا جام ہے

تحقیق کے جہاں میں ہیں ڈاکٹر ظہیر
لکھے پڑھوں میں ان کی کتابیں ہیں دلپذیر

شوکت علی خاں ایڈوکیٹ

شوکت علی خاں پیشے سے یوں تو وکیل ہیں
لیکن قلم کی صف میں یہ روشن دلیل ہیں

صداقت رامپوری

افسانوی ادب کی صداقت اساس ہیں
پہلے کبھی یقیں تھے مگراب قیاس ہیں

حسین خاں تنہا

مشہور ہیں حکیم محمد حسین خاں
کاغذ پہ نثر کرتے ہیں صد رنگ آسماں

شعائر اللہ خاں

فاضل شعائر اللہ خاں اچھے ادیب ہیں
یعنی کہ یہ مدیر و مدرس خطیب ہیں

سید نذر الحسن قادری

تحقیق میں ہیں سید نذر الحسن میاں
تصنیف کی ہیں راہوں میں یہ بھی رواں دواں

بشارت فروغ

میدانِ نثر میں ہیں بشارت فروغ بھی
کچھ گذری نظم میں بھی تو ہے ان کی زندگی

منظور فاخر

منظور فاخر اپنی جگہ اک ادیب ہیں
تحریر میں یہ دین سے بیحد قریب ہیں

گستاخ اپنی طنز نگاری میں لاجواب
لاتے ہیں یہ بھی نثر کی دنیا میں انقلاب

زبیر گستاخ

کاوش کا ہادی نام ہے مسجد کے ہیں امام
مذہب کے سلسلے میں بہت سا کیا ہے کام

عبدالہادی خاں کاوش

انجم بہار شمسی کے افسانے واہ واہ
ملتی ہے زندگی کو محبت کی ایک راہ

انجم بہار شمسی

شاہد جنابِ حضرتِ ضامن کے ہیں پسر
اُردو ادب پہ ان کی بہت گہری ہے نظر

شاہد اعجاز

خامہ صبیحہ شمسی کا ہے تیز رو بہت
ان کی کہانیوں میں ملی ہے نئی جہت

صبیحہ شمسی

آغاز ہی ایاز نظر کا حسین ہے
وہ ارتقائے فن کا مکمل یقین ہے

ایاز نظر

مسلم وہ نوجوان کہ غازی کہیں جسے
وہ بھی جلا رہا ہے ادب کے نئے دیئے

مسلم غازی

ذکی اللہ خاں

اچھی ہے نثر میں ذکی اللہ خاں کی بات
تاریخ ساز مانتے ہیں سب ہی انکی ذات

اطہر مسعود

چلتا ہے خوب اطہرِ مسعود کا قلم
نثری ادب میں اُونچا ہے اس شخص کا عَلَم

مرتضیٰ ساحل تسلیمی

تحریریں سب ہیں مرتضیٰ ساحل کی پُراثر
بچوں کی نفسیات پہ بھی ان کی ہے نظر
اس سلسلے میں خوب ہی لکھتے ہیں مرتضیٰ
مضمون ہوں کہ چاہے کتابوں پہ تبصرہ
اِک وقت میں صحافی بھی ہیں اور مدیر بھی
القصہ نذر ساری قلم کو ہے زندگی

عتیق جیلانی سالک

جیلانی جو عتیق ہیں سالک بھی نام ہے
لکھنے میں ان کو صبح ہے دن ہے نہ شام ہے
میری بھی ہر کتاب پہ مضمون ان کا ہے
میں کیا دل و دماغ بھی ممنون ان کا ہے

نفیس صدیقی

بھائی نفیس اپنی جگہ کامیاب ہیں
مضمون میں ڈراموں میں یہ انتخاب ہیں

کیا آفتاب شمسی کی تعریف یاں کروں
ہیں طاق نظم و نثر میں کس کا بیاں کروں

آفتاب شمسی

بیٹے جوان ہیں وصی اقبال کے نوید
کہنہ تصورات قلم ہے مگر جدید

نوید اقبال

مینا نے بھی بہت سی لکھی ہیں کہانیاں
اب ان کے سامنے ہے گرہستی ہی کا جہاں

مینا نعمانی

اک صاحبِ قلم کہ جو ہیں امتیاز خاں
لمبے تڑنگے چوڑے حسین ایک نوجواں
فاضل صحافی اچھے یہ مضموں نگار ہیں
اسپورٹ کے جہان میں یہ باوقار ہیں
شعروں سے شاعروں سے بڑا ان کو پیار ہے
ہر اک کو ان کی دوستی کا اعتبار ہے

امتیاز الرحمٰن خاں

عباس جن کو کہیے حسن جن کا نام ہے
ان کا دیارِ نثر میں اعلیٰ مقام ہے

ڈاکٹر سید حسن عباس

تالیف ان کا شغل ہے ترتیب ان کا کام
تخلیق تو ودیعتِ فطرت ہے ان کے نام
اک منتہئ فارسی ہیں ڈاکٹر حسن
ایران کے دبستاں کا جیسے کوئی چمن
ترتیب دی ہیں جتنی کتابیں بھی آپ نے
سرمایۂ ادب میں اضافے گِنے گئے
تاریخ کا فلک ہے کُتب خانۂ رضا
عباس اس فلک کے ستاروں کی ہیں ضیا
احسن ہے فکر لائق تحسین ہیں حسن
رُوحِ رضا کے واسطے تسکین ہیں حسن
ان کی نظر میں قدرِ قدیم و جدید ہے
تحریر ان کی دونوں پہ حُسنِ مزید ہے
چارہ گرِ ادب ہیں، حکیم زبان ہیں
نقشے پہ آگہی کے سُنہرا نشان ہیں
عباس بھی حسن بھی ہیں یہ ڈاکٹر بھی ہیں
اہلِ دماغ اہلِ دل اہلِ نظر بھی ہیں

کوی صاحِبان

میرے وطن میں ہندی زبان اتنی عام ہے
جیسے ہر ایک صبح کے ہمراہ شام ہے
اور عام بول چال تو ایسی یہاں پہ ہے
کچھ امتیازِ ہندو مسلماں نہ ہو سکے
تہذیب سب کی ایک سی اور ایک سا لباس
اک دوسرے کے رہتے ہیں سب لوگ آس پاس
وہ کاروبار ہو کہ غمی ہو کہ ہو خوشی
مِل جُل کے سب گذارتے ہیں اپنی زندگی
ہندی کی گوشٹی ہو کہ اُردو مشاعرہ
ہر شخص ذوق و شوق سے سننے کو جائے گا
اب کچھ کروں میں ذکر گوپی صاحبان کا
یعنی کہ اپنے شہر کی ہندی زبان کا

کلیان کمار ششی جین

لکھتا ہوں سب سے پہلے ششی جین کا میں نام
ہندی جگت میں ہی نہیں اردو میں ہے مقام

نرجھر پانڈے

نرجھر جناب لکشمی پانڈے کا نام ہے
ہیں ان کے لوک گیت کہ ہولی کی شام ہے
گنگا پہ جو کویتا ہے وہ شاہکار ہے
چھپ جائے یہ سبھی کو بڑا انتظار ہے

ناگیندر ڈاکٹر بڑے ودوان ہیں یہاں
ہندی جگت میں رکھتے ہیں اپنا سویم نشاں

واچسپتی اشیش بھی لیکھک وشیش ہیں
گیت ان کے سوکھی دھرتی پہ ساون کے کیش ہیں

اپدیش ایکتا کا ہی دیتے ہیں اوم کار
رچنائیں ان کی جیسے کہ ٹھنڈی چلے بہار
اخبار ان کا ہندی میں رام ورحیم ہے
یہ بھائی اوم کار کا کارِ عظیم ہے

اتنا مہیش راہی کی کویتا میں پیار ہے
اک ایک پنکتی ان کی گلابوں کا ہار ہے

نتھور، ہیرالال کرن کے ہیں میٹھے بول
چھندوں کمان میں ہے بڑی انکی ناپ تول

ودھیارتی ششو ہیں تو جے کے رتن بھی ہیں
اور شوبنہ کے نام سے رادھا رمن بھی ہیں

ایشور سرن کوی شری سنگھل بھی ہیں یہاں
جگدیش ہیں ویوگی کہ ساہتیہ کا آسماں

شہرت میں اگرسین ونمر آج آگے ہیں
رگھبیر شرما وینگ میں رنگت جماتے ہیں

آنند ہیں شرد تو ہیں گوتم منوج بھی
گیتوں میں دونوں کو یوں کے ہوتی ہے کھوج بھی

میں برج لال پانڈے کی تعریف کیا کروں
یہ سوچتا ہوں نشچھل وبھوشن پہ کیا لکھوں

بھائی نریندر یعنی بمل اپنے یار ہیں
پنکج، مینک، وویک بھی بندوں کا ہار ہیں

رادھا کشن، بیجن کا ہے بھاشا پہ اختیار
لووِیر سنگھ روہیلا کی رچنا میں ہے بہار

آنند کا کمد کا دھریندر کا کیا جواب
گووند گوپی رام بہادر پہ ہے شباب

کہتے ہیں جن کو رام کشور اور ورما جی
بھاوک ہیں بھاؤ ناؤں میں بہتی ہے شاعری

جینی رمیش چندر کو سیٹھی بھی کہتے ہیں
گیت ان کے پیار پریم کے جذبوں میں بہتے ہیں

کویتا انل ترویدی کی بالکل نوین ہے
ہر رچنا شیام گپت کی اک نازنین ہے

پاٹھک روی صراف ہوں یا ہوں کشوری لال
یہ سارے شبد شبد میں کرتے ہیں اِک کمال

روی پرکاش صراف
کشوری لال پریم

چنتک سے بھائی رام بہادر تلک چلیں
کاویہ میں اپنی آتما کا رُوپ دیکھ لیں

اوم چنتک
رام بہادر سکسینہ

ریکھا، اینتا جین، سنگیتا سرشٹی پر
مانو سرسوتی کی ہے کرپا بھری نظر

ریکھا سکسینہ
اینتا جین
سنگیتا سرشٹی

سندر بہت ہی گریما گپتا کے گیت ہیں
مانو تا کے تپسیا کے من کے گیت ہیں

گریما گپتا

کاویہ میں گیان دھیان ہے مِردولہ مِرد کے
شروتا سویم میں لین ہوں وہ گیت ہیں لِکھے

مِردولہ مِرد

شری رمیش کمار جین ٹی مر

شری مد رمیش جین کوی اِک وشیش ہیں
سیوک سرسوتی کے ہیں مانو سُریش ہیں

سمپادکوں میں نام ہے ان کا رجت[1] کے ساتھ
ہردے رہا ہے ان کا سدا لیکھنی کے ساتھ

پھولوں پہ پیڑ پودوں پہ رچنائیں ہیں بہت
ان سے مرے وطن کو بھی آشائیں ہیں بہت

بیٹے انند کمار کے پیارے ہیں شہر کو
لیکھوں سے اپنے، آپ سنوارے ہیں شہر کو

ساہتیہ کی سبھاؤں میں بھی ان کا نام ہے
اس چھیتر میں رمیش کا چندن سا کام ہے

اردو سے ان کو عشق ہے ہندی سے پیار ہے
اس نوجواں کے بارے میں سب کا وچار ہے

[1]: رجت اخبار

تاریخی قطعات
سیّد سلطان نظامی
بہار تسلیمی
جوہر باسودھوی
ادب گاہ
رام پور

تاریخی قطعات

بنام سلطان نظامی

تعمیر ساز جس کا ہوا ہوشِ ذی شعور
اللہ اس کو رکھیو تو مشہور دُور دُور
سلطان اس کے واسطے تاریخ یوں کہو
تخلیق برق سوز ادب گاہِ رام پور

۱۹۹۷ء

گفتارِ نطق عظمت گفتارِ تیغ او
رفتار کلک عالم رفتارِ تیغ او
از چشم ہوش بارہا سلطان دید شد
ہر کار ہوش کار طرح دار تیغ او

۱۴۱۷ھ

کہا ہوؔش نے خود برائے ادب
نکھرتی ہے اس سے فضائے ادب
سوالی ہوا خود، دیا خود جواب
غزل ہوؔش کیا ہے ادائے ادب

۱۴ ـــــ ھ ـــــ ۱۷

از نتیجۂ فکر۔ بہار تسلیمی

ہر کنج گلستانِ سُخن دیکھ جھوم اُٹھا
ہے صورت بہار ادب گاہ رام پور
اب تم بہاؔر مصرعۂ تاریخ یوں کہو
اُردو کا افتخار ادب گاہِ رام پور

۱۹ ـــــــ ۹۶

جوہرؔ باسودھوی
گنج باسودہ
(ایم پی)

گلہائے عقیدت

اپنے جو علم و فن میں یکتا ہے
جس پہ جوہرؔ ہے فضلِ ربانی
فخر سے آج میرے بھائی کو
لوگ کہتے ہیں ہوؔش نعمانی

اشاریہ

(ز)

(س)

(ش)

(غ)

(ف)

हिन्दी लिपियांतर : पृष्ठ 180 - 81

गरिमा गुप्ता

सुंदर बहुत ही गरिमा गुप्ता के गीत है !
मानवता के तपस्या के मन के मीत है !!

मृदुला मृदु

काव्य में ज्ञान घ्यान है मृदुला मृदु के !
श्रोता स्वयं में लीन हों वह गीत हैं लिखे !!

रमेश कुमार जैन

श्रीमद रमेश जैन कवि एक विशेष हैं
सेवक़ सरस्वती के हैं मानो सुरेश हैं
सम्पादकों में नाम है इनका रजत के साथ
हृदय रहा है इनका सदा लेखनी के साथ
फूलों पे पेड़ पौधों पे रचनाएँ हैं बहुत
इनसे तो इस वतन को आशाएँ हैं बहुत
बेटे आनन्द् कुमार के प्यारे हैं शहर को
लेखों से अपने आप सवांरे है शहर को
साहित्य की सभाओं मे भी इनका नाम है
इस झोत्र में रमेश का चन्दन सा काम है
उर्दू से इनको इश्क़ है हिन्दी से प्यार है
इस नवजवाँ के बारे में सब का विचार है

हिन्दी लिपियांतर : पृष्ठ 179-80

राम किशोर 'वर्मा'

कहते हैं जिनको रामकिशोर और 'वर्मा' जी !
भावुक हैं भावनाओं में बहती है शायरी !!

रमेश चन्द्र जैन 'सेठी'

जैनी रमेश चद्रं को 'सेठी' भी कहते हैं !
गीत उनके प्यार-प्रेम के जज़्बों में बहते हैं !!

अनिल 'त्रिवेदी'
श्याम 'गुप्त'

कविता अनिल 'त्रिवेदी' की बिल्कुल नवीन है !
हर कविता श्याम 'गुप्त' की एक नाज़नीन है !!

डाक्टर 'पाठक'
रविप्रकाश 'सर्राफ़'
किशोरी लाल 'प्रेम'

'पाठक' रवि 'सर्राफ' हों या हों किशोरी लाल!
यह सारे शब्द शब्द में करते हैं एक कमाल !!

ओम 'चिंतक'
रामबहादुर सक्सैना

'चिंतक' से भाई राम बहादुर तलक चलें
काव्य में अपनी आत्मा का रूप देखलें !!

रेखा सक्सैना
अनीता जैन
संगीता सृष्टि

रेखा अनीता जैन संगीत सृष्टि पर !
मानो सरस्वती की है कृपा भरी नज़र !!

हिन्दी लिपियातंर : पृष्ठ 178-79

आनन्द 'शरद'
गौतम 'मनोज'

आनन्द हैं 'शरद' तो गौतम 'मानोज' भी
गीतों में दोनो कवियों के होती हैं खोज भी !

बृजराज 'पाण्डे'
शिव स्वरुप 'निश्छल'
राम भरोसे 'भूषण'

मैं बृजराज पाण्डे की तारीफ़ क्या करुँ !
यह सोचता हूँ 'निश्छल'-ओ-'भूषण' पे क्या लिखूँ !!

नरेन्द्र 'विमल',
इन्द्र 'पकंज', :
ओकांर 'विवेक',
जगदीश 'मयंक'

भाई नरेन्द्र यानी 'विमल' अपने यार है !
'पंकज' 'मयंक' 'विवेक'भी शब्दों का हार है!!

राधा किशन 'सचिन'
लववीर सिहँ 'रोहवेला'

राधा किशन सचिन का है भाषा पे इख़्तियार !
लववीर सिहँ 'रोहवेला' की'रचना में है बहार !!

कमल आनंद 'धीरेन्द्र'
चन्द्र प्रकाश 'कुमुद'
गोविन्द 'गोपीराम'

आनंद का 'कुमुद' का 'धीरेन्द्र' का क्या जवाब!
गोविन्द 'गोपीराम' बहादुर पे है शबाब !!

हिन्दी लिपियांतर : पृष्ठ 178

महेश 'राही'

इतना महेश 'राही' की कविता में प्यार है !
एक एक पंक्ति उनकी गुलाबों का हार है !!

हीरालाल 'किरण'

मशहूर हीरालाल 'किरण' के हैं मीठे बोल !
छन्दोंतुकान में है बड़ी उनकी नाप तोल !!

आर० पी० विद्यार्थी 'शिशु' :
जे० के० 'रतन'
राधा रमण 'शून्य'

विद्यार्थी 'शिशु' हैं तो जे० के० 'रतनु' भी हैं !
और 'शून्य' के नाम से राधा रमण भी हैं !!

ईश्वर सर सरण 'सिंघल'
जगदीश सरण 'वियोगी'

ईश्वर सरण कवि श्री 'सिंघल' भी हैं यहाँ !
जगदीश हैं 'वियोगी' के साहित्य का आसमाँ !!

उग्रसेन 'विनम्र'
रघुबीर शर्मा

शोहरत में उग्रसेन 'विनम्र' आज आगे हैं !
रघुबीर 'शर्मा' व्यंग में रंगत जमाते हैं !!

हिन्दी लिपियांतर : पृष्ठ 177

कल्यान कुमार 'शशि' जैन

लिखता हूँ सबसे पहले 'शशि' जैन का मैं नाम!
हिन्दी जगत में ही नहीं उर्दु में है मुक़ाम !!

'निर्झर' पाण्डे

'निर्झर' जनाबे लक्ष्मी पाण्डे का नाम है !
हैं उनके लोकगीत के होली की शाम है !!
गंगा पे जो कविता है वह शाहकार है !
छप जाए यह सभी को बड़ा इन्तेज़ार है !!

छोटे लाल 'नागेन्द्र'

डाक्टर 'नागेन्द्र' बड़े विद्धान हैं यहाँ !
हिन्दी जगत में रखते हैं अपना ही निशाँ !!

वाचस्पति 'अशेष'

वाचस्पति 'अशेष' भी लेखक विशेष है !
गीत उनके सूखी धरती पे सावन के केश हैं !!

ओमकार सरण 'ओम'

उपदेश एकता का ही देते हैं 'ओमकार' !
रचनाऐं उनकी जैसे के ठण्डी चले बहार !!
अख़बार उनका हिन्दी में राम-ओ-रहीम है !
यह भाई ओमकार का कारे-अज़ीम है !!

हिन्दी लिपियातंर : पृष्ठ 176

मेरे वतन में हिन्दी ज़ुबान इतनी आम है !
जैसे हर एक सुबह के हमराह शाम है !!

और आम बोलचाल तो ऐसी यहाँ पे है,
कुछ इम्तियाज़े हिन्दु मुसलमाँ न हो सके !!

तहज़ीब सबकी एक सी और एक सा लिबास !
एक दूसरे के रहते हैं सब लोग आस पास !!

वह कारोबार हो के ग़मी हो के हो ख़ुशी !
मिल जुल के सब गुज़ारते हैं अपनी ज़िन्दगी !!

हिन्दी की गोष्ठी हो के उर्दू मुशायरा,
हर शख़्स ज़ौक़-ओ-शौक़ से सुनने को जाएगा !!

अब कुछ करूँ मैं ज़िक्र कवि साहबान का,
यानी के अपने शैहर की हिन्दी ज़ुबान का !!

RAMPUR RAZA LIBRARY PUBLICATIONS

ISBN 81–87113–29–4

Title : ADABGAH–E–RAMPUR (Urdu)

Author : HOSH NOMANI

Foreword and Published by : Dr. W.H. Siddiqi
(Former Director A.S. of India)
Officer on Special Duty
Rampur Raza Library

Year : 1997

Printed by : Al–Firdous Publishers Pvt. Ltd.
2833 – Kucha Chellan Darya Ganj,
New Delhi – 110002

Price : Rs. 150

ADABGAH-E-RAMPUR

By

HOSH NOMANI

Foreword

Dr. W.H. Siddiqi

(Former Director Archeological Survey of India)

1997

RAMPUR RAZA LIBRARY

RAMPUR 244901 (U.P.)

INDIA

अदबगाहे रामपुर

रामपुर के कवियों का ज़िक्र

होश नोमानी

रामपुर रज़ा लाइब्रेरी

हामिद मंज़िल, रामपुर

رام پور رضا لائبریری

حامد مرزا

رام پور رضا لائبریری کی مطبوعات

کتاب	زبان	مصنف/مرتب
فہرست مخطوطات عربی (جلد دوم)	اردو	مولوی محمد نبی/حافظ احمد علی شوق
فہرست مخطوطات عربی (جلد سوم)	اردو	″ ″ ″ ″
دستور الفصاحت	فارسی	احمد علی یکتا
اوراقِ گل	اردو	ضمیر احمد ہاشمی
وقائع عالم شاہی	فارسی	کنور پریم کشور فراقی
تاریخ اکبری	فارسی	حاجی محمد عارف قندھاری

Catalogue of the Arabic Manuscripts in Raza Library	English	Imtiaz Ali Arshi
I, II, III, IV, V, VI		

کتاب	زبان	مصنف/مرتب
فہرست مخطوطات اردو	اردو	امتیاز علی عرشی
کتاب المقطوع والموصول	عربی	الامام ابی بکر محمد بن القاسم
رضا لائبریری جرنل (دوم)	اردو	ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی (مدیر)
رضا لائبریری جرنل (سوم)	اردو	″ ″ ″ (″)

کتاب	زبان	مصنف/مرتب
الفلسفة الهندية القديمة	عربی	الاستاذ عبدالسلام خان
تاریخ محمدی	فارسی	محمد بن رستم بن کیقباد
فہرست نسخہ ہای خطی فارسی جلد اول	″	
رضا لائبریری کی علمی وراثت	اردو	ڈاکٹر سید حسن عباس (مرتب)
دو رسالہ در نقد ادبی	فارسی	″ ″ ″ (″)
فہرست نسخہ ہای خطی	فارسی	
انگ درپن	دیوناگری	[illegible]
اخبار الصنادید (جلد اول)	اردو	[illegible]
اخبار الصنادید (جلد دوم)	[illegible]	[illegible]
تذکرۃ الکاتبین	[illegible]	[illegible]
خط کی کہانی تصویروں کی زبانی	اردو	سہیل احمد
فارسی متن تاریخ شاہیہ نیشاپوری	فارسی	ڈاکٹر شائستہ عبدالسلام
تاریخ کتاب خانہ	اردو	احمد علی شوق

ISBN 81 87113-29-4